پیسہ لائبریری میگزین نمبر ۳۸

ملا دوپیازہ کی کہانیاں

۱۹۴۲ء

بار اول

دارالاشاعت پنجاب لاہور

پَیسہ لائبریری میگزین نمبر ۳۸

مُلّا دو پیازہ کی کہانیاں

مرتّبہ

سیّد امتیاز علی تاج

سنہ ۱۹۴۲ء

دارُالاشاعت پنجاب لاہور

بار اوّل ۱۰۰۰

دیباچہ

اس سلسلہ کا نام پیسہ لائبریری اس خیال سے رکھا گیا تھا۔ کہ اس سلسلہ کے ممبروں کو اپنے جیب خرچ میں سے ایک پیسہ روزانہ کتابوں پر خرچ کرنے کے لئے بچانا پڑتا تھا۔ یوں ایک مہینے میں اُن کے پاس ۷؍۰ جمع ہوجاتے تھے۔ ان پیسوں میں سے ایک آنے کا لفافہ خرید کر باقی ۶؍۰ اُنہیں دفتر اخبار پھول کو بھیج دینے ہوتے تھے۔ دفتر پھول ۶؍۰ میں سے ۲؍۰ پوسٹل سرٹیفکیٹ کے محصول کے وضع کر کے ۴؍ میں اُنہیں ۱۱۲ صفحوں کی ایک ایسی کتاب بہم پہنچاتا تھا۔ جو ممبروں کے علاوہ باقی سب خریداروں کو ۸؍ میں دی جاتی تھی ٭

لیکن جنگ کی وجہ سے حالات بہت بدل گئے۔ تو پیسہ لائبریری کے اس سلسلہ کو ایک ماہوار رسالہ کی سی صورت دے دی گئی ہے۔ اور انتظام کیا جا رہا ہے کہ ہر مہینے کی کتاب اُس مہینے کے آخری دِن ممبروں کو ویسی ہی باقاعدگی سے چلی جایا کرے۔ جیسے پھول اخبار ہمیشہ ہفتہ کی شام کو روانہ کر دیا جاتا ہے٭ پیسہ لائبریری کے اس ماہوار رسالہ کے لئے اب سالانہ چندہ صہ ششماہی عہ ۱۲؍ اور سہ ماہی ءہ مقرر کیا گیا ہے ٭

پیسہ لائبریری کا سلسلہ ۱۹۳۹ء سے شروع ہے۔ گزشتہ تین سال کی کتابیں اس قدر مقبول ہوئی ہیں۔ کہ ان کے کئی کئی اڈیشن چھپ کر ختم ہو چکے ہیں۔ جنگ کے باعث کاغذ اس قدر کمیاب ہو رہا ہے۔ کہ کچھ معلوم نہیں۔ جو

کتابیں اب ختم ہو جائیں گی اُن کے پھر چھپنے کی نوبت کب آسکے گی۔ اِس لئے ممبروں کو چاہیئے۔ کہ پچھلی کتابیں جلد از جلد طلب کر لیں، ممبروں سے ان پچھلی کتابوں کی قیمت بھی رعایتی ہوگی۔ یعنی کوئی سی بارہ مختلف کتابیں پانچ روپے میں بھیج دی جائیں گی۔ اور محصول ڈاک وغیرہ کچھ نہ لیا جائے گا۔ گزشتہ سالوں کی تمام کتابوں کی مکمل فہرست آخری ورق پہ درج ہے۔ اس سال جنوری کی کتاب شائع ہو چکی ہے ✤

مُلا دو پیازہ کی کہانیوں کے متعلق اتنا کہہ دینا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان کا تاریخ سے کچھ بھی تعلق نہیں۔ اکبر کے دربار میں کوئی بھی مُلاّ دو پیازہ موجود نہ تھا۔ بعض مؤرخوں کے نزدیک مُلاّ دو پیازہ سے ملتا جُلتا کوئی شخص اکبر کے دربار میں تھا۔ تو وُہ مُلاّ عبدالقادر بدایونی تھے۔ لیکن جو باتیں اس کتاب میں درج ہیں وُہ مُلاّ عبدالقادر کے حالات سے بھی بہت مُختلف ہیں۔ یہ روایتیں نہ جانے کب بنیں اور کیونکر بنیں محض پڑھنے والوں کی دلچسپی کے خیال سے اُنہیں اس کتاب میں جمع کر دیا گیا ہے ✤

پبلشر

کہانیوں کی فہرست

مُلّا دوپیازہ کا بچپن

(۱)

عرب میں ایک قصبہ طائف کے نام سے مشہور ہے۔ کئی سو سال ہوئے اس قصبے میں ایک شخص ابوالمحاسن رہتا تھا۔ پہلے تو اُس کی گُزر تنگی ترُشی سے ہوتی تھی۔ مگر شادی کے بعد اُس کے دِن پھر گئے۔ بیوی ایسی ملی جو صُورت اور سیرت دونوں میں مثال نہ رکھتی تھی۔ اُس کا نام سراج النساء تھا۔ وہ بڑی بلند ہمّت اور سلیقہ شعار عورت تھی۔ نہ صرف

گھر کا کام کاج کرتی۔ بلکہ اُس نے اپنے شوہر کا سارا کاروبار بھی سنبھال لیا۔ محنتی اور کفایت شعار ایسی کہ چند ہی سال میں گھر میں روپے کی ریل پیل کردی۔ اور ابوالمحاسن اپنے قصبے کا ایک متموّل اور معزّز آدمی سمجھا جانے لگا ۔

شادی کے کچھ عرصہ بعد ابوالمحاسن کو خدا نے ایک گورا چٹّا اور خوبصورت لڑکا عطا کیا۔ خدا کی اِس دین سے میاں بیوی دونوں بڑے خوش ہوئے۔ اور خوب دل کھول کر خیرات کی۔ ابوالمحاسن نے اس لڑکے کا نام ابوالحسن رکھا۔ یہی لڑکا بعد میں مُلّا دو پیازہ کے نام سے مشہور ہُوا ۔

مُلّا کے والدین چونکہ اپنے قبیلے کے متموّل آدمیوں میں شمار ہوتے تھے۔ اس لئے اُس نے بڑے نازو نعمت میں پرورش پائی۔ جب پانچ برس کا ہُوا۔ تو ماں باپ نے اُسے پاس ہی کے

ایک مدرسے میں پڑھنے بٹھا دِیا۔ ذہین بلا کا تھا
اِس لئے تھوڑی ہی مُدّت میں لکھنا پڑھنا سیکھ گیا۔
ویسے تو مُلّا ذہین اور ہوشیار تھا۔ مگر اُس میں
ایک عیب بھی تھا۔ وہ یہ کہ ہر وقت شرارت کرنے
پر آمادہ نظر آتا تھا۔ اُس نے اپنی نت نئی شرارتوں
سے اُستاد اور لڑکوں کا دم ناک میں کر رکھا تھا۔
وہ ہر روز صُبح سویرے مدرسے میں پہنچ جاتا۔
اور کوئی تازہ شرارت کرتا۔ کبھی لڑکوں کی تختیاں
اُٹھا کر نزدیک کے کُنوّیں میں پھینک دیتا۔ کبھی مدرسے
کی دیوار پر ایک بے ڈھنگی سی تصویر بنا کر اُس پہ
اپنے اُستاد کا نام لِکھ دیتا۔ اُستاد ہر روز اُس کے
والدین سے اُس کی شرارتوں کی شکایت کرتا۔ مگر
وُہ یہ کہہ کر ٹال دیتے۔ کہ بچّہ ہے۔ بڑا ہوگا۔ تو خودبخود
ٹھیک ہو جائے گا۔ مگر بھلا یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے
کہ جو عادت بچپن میں پڑ جائے۔ وُہ آئندہ دُور ہو سکے

(۲)

ایک دِن لڑکوں نے اُستاد سے شکایت کی کہ ڈول میں غلاظت پڑی ہوئی ہے۔

جس شرارت کے متعلق پتہ نہ لگتا تھا۔ کہ کس نے کی ہے۔ وُہ شرارت مُلّا کی سمجھی جاتی تھی۔ چنانچہ اُستاد نے مُلّا کو کان سے پکڑا۔ اور کہا "کیوں بے تُو اپنی شرارتوں سے باز نہیں آئے گا"؟

مُلّا نے کہا۔ "کیوں صاحب! آخر مجھ سے کیا خطا ہوئی جو آپ اس قدر ناراض ہو رہے ہیں"؟

اُستاد نے کہا۔ "کیا تُو بہرا ہے۔ سُنتا نہیں۔ یہ لڑکے کہتے ہیں۔ کہ کُنوّیں کے ڈول میں غلاظت پڑی ہوئی ہے"؟

مُلّا نے کہا۔ "حضرت! یہ لڑکے جُھوٹ بکتے ہیں۔ مَیں نے ڈول میں غلاظت نہیں ڈالی۔ کنوئیں میں ڈالی تھی۔ اس میں سے ڈول میں بھی آ گئی ہو گی"۔

یہ جواب سُن کر لڑکے کھِل کھلا کر ہنس پڑے اُستاد نے ملّا کو کان سے پکڑا۔ اور اُس کے باپ کے پاس لے گیا ۔

ابوالمحاسن نے اُستاد کو جو غُصّے سے لال پیلا دیکھا۔ تو پُوچھا "کیوں صاحب خیر تو ہے۔ اِس نے کوئی اَور شرارت کی؟"

اُستاد نے کہا "جناب! آپ کا یہ لڑکا پڑھنے سے رہا۔ مَیں اس کی روز روز کی شرارتوں سے بہت تنگ آچُکا ہُوں۔ نہ خود پڑھتا ہے۔ نہ دُوسرے کسی کو پڑھنے دیتا ہے۔ بہتر یہی ہے کہ آپ اسے گھر بِٹھالیں" ۔

ابوالمحاسن نے کہا "کچُھ معلوم بھی تو ہو۔ کہ اس نے کیا کِیا ہے؟"

اُستاد نے کہا "جناب! اس نے کنوئیں میں غلاظت ڈال دی ہے" ۔

یہ سُنتے ہی ابوالمحاسن نے مُلّا پر چھڑی اُٹھائی۔ اور بولا "کیوں بے یہ تُو نے کیا حرکت کی"؟

مُلّا نے آنسُو پُونچھتے ہوئے بھرّائی ہوئی آواز میں کہا "ابّا جان! اُستاد صاحب خود کھجوریں کھا کھا کر گُٹھلیاں کنوئیں میں پھینکتے رہتے ہیں۔ اِن کی دیکھا دیکھی اگر مَیں نے بھی اُوپر کی صفائی کے خیال سے کُوڑا کباڑ کنوئیں میں پھینک دِیا۔ تو کیا غضب ہو گیا"؟

یہ سُن کر اُستاد شرمندہ ہو گیا۔ اور بغلیں جھانکنے لگا۔

(۳)

ویسے تو مدرسے کے لڑکوں سے مُلّا کی اکثر چھیڑ چھاڑ رہتی تھی۔ مگر اُستاد کے پیچھے وُہ بُری طرح سے پڑا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی۔ کہ اُستاد اُس کے ماں باپ سے اُس کی شکایتیں کرتا رہتا تھا۔

ایک دِن مُلّا صُبح صُبح مدرسے پہنچ گیا۔ اُستاد

ابھی نہ آیا تھا۔ لڑکے آرہے تھے۔ اور اپنے اپنے جُزدان رکھ کر کھیلنے کے لئے باہر میدان میں جارہے تھے۔ مُلاّ چپکا بیٹھا اُستاد سے بدلہ لینے کی تدبیر سوچ رہا تھا۔ سوچتے سوچتے ایک تدبیر اُس کے ذہن میں آگئی۔ اُس نے اُٹھ کر ایک لڑکے کے جُزدان سے ایک کتاب نکالی۔ اور چُھپالی۔ پھر خود کتاب کھول کر پڑھائی میں مصروف ہوگیا۔ اتنے میں اُستاد پہنچ گیا۔ مُلاّ کو پڑھائی میں مصروف دیکھا۔ تو کہنے لگا "بیٹا! آج صُبح صُبح چُپکے بیٹھے ہوئے تم کتنے بھلے معلوم ہوتے ہو۔ اگر تم شرارت کرنا بھی چھوڑ دو۔ تو یقیناً پڑھ لکھ کر بہت بڑے آدمی بن جاؤ"۔

مُلاّ نے کہا۔ "جناب آج سے مَیں نے عہد کرلیا ہے۔ کہ آئندہ کبھی شرارت نہیں کروں گا"۔

اُستاد اپنا جُزدان رکھ کر لڑکوں کو بُلانے گیا۔ مُلاّ اسی موقع کی تاک میں بیٹھا تھا۔ چوری کی کتاب

نکال بڑی پھرتی سے اُستاد کے جُزدان میں ڈال دی ٭

ذرا سی دیر میں سب لڑکے آکر بیٹھ گئے۔اور سبق پڑھنے کے لئے اُستاد نے اُنہیں کتابیں نکالنے کو کہا۔ فوراً ایک لڑکے کی آواز آئی "جناب میری کتاب گم ہے۔ جُزدان میں رکھ کر لایا تھا۔ نہ جانے کس نے نکال لی"٭

اُستاد ابھی کچھ کہنے بھی نہ پایا تھا۔کہ مُلّا کھڑا ہوکر بولا" جناب میری کتاب بھی پرسوں چوری ہوگئی تھی۔ خدا جانے کون نابکار چُرا لے گیا۔ معلوم ہوتا ہے۔کہ اس کی کتاب کو بھی وہی لے اُڑا ہے۔ لیکن یہاں مدرسے میں کوئی غیر آدمی تو آتا نہیں ہو نہ ہو یہ کارستانی یہیں کسی لڑکے کی ہے"٭

اُستاد نے کہا۔" مجھے بھی کچھ ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔ اچھا تمام لڑکوں کے جُزدان دیکھو۔ اور جس

کے پاس سے کتاب نکلے اُس کا مُنہ کالا کر کے اسے
تمام محلّے میں پھراؤ"۔

حکم کی دیر تھی کہ تلاشی شروع ہوگئی۔ ایک
لڑکا تو جُزدان دیکھنے میں مصروف ہوگیا۔ اور مُلاّ
چور کا مُنہ کالا کرنے کے لئے سیاہی تیار کرنے لگا۔

تمام جُزدان دیکھے گئے۔ مگر کتاب نہ نکلی۔
آخر مُلاّ نے تلاشی لینے والے لڑکے سے کہا "ارے
بھائی ایک جُزدان باقی رہ گیا ہے۔ اُسے بھی دیکھ
ڈالتے"۔

اُس نے پُوچھا "کون سا جُزدان"؟

مُلاّ نے اُس کے کان میں کہا "ارے بھئی
اُستاد صاحب کا جُزدان بھی تو دیکھ لیا ہوتا"۔

اُس لڑکے نے کہا "بھائی مجھ میں تو اس کی
ہمّت نہیں۔ تم میں جُرأت ہو تو دیکھ لو"۔

یہ سُنتے ہی مُلاّ نہایت اطمینان کے ساتھ اُٹھا۔

اور اُستاد کا جُزدان کھول کتاب نکال دی۔ تمام لڑکے حیران رہ گئے۔ اُستاد بچارا خود سکتے میں تھا۔ کہ کتاب خود بخود اُس کے جُزدان میں کب اور کیسے گھُس گئی!

اتنے میں مُلّا سیاہی لے کر سامنے آ کھڑا ہُوا۔ اور بولا "کیوں صاحب! کیا ارادہ ہے آپ کا اب منّہ کالا کرنے کی رسم آج ہی ادا ہو گی یا کل"؟

یہ سُنتے ہی اُستاد آگ بگولا ہو گیا۔ اور چھڑی لے کر مُلّا کے پیچھے دوڑا۔ مگر وُہ سیاہی وہیں پھینک ایک جست میں مدرسے سے باہر جا رہا۔

(۴)

اس واقعہ کے بعد کئی دِن تک مُلّا مکتب سے غیر حاضر رہا۔ گھر سے تو یہ کہہ کر چلا جاتا۔ کہ مکتب جا رہا ہُوں۔ مگر اُستاد کے ڈر سے کہیں باہر ہی چُھپ کر بیٹھ رہتا۔ اور شام کو واپس گھر پہنچ جاتا۔

مُلّا کی والدہ پڑھی لکھی عورت تھی۔ اُس کا معمول تھا۔ کہ روز مُلّا سے مکتب کا پڑھا ہُوا سبق سُنتی تھی۔ مگر مُلّا جب مکتب جا ہی نہ رہا تھا۔ تو ماں کو کیا سبق سُناتا؟ ہر روز یہ کہہ کر سبق کی بات ٹال دیتا کہ اُستاد جی کو ہیضہ ہوگیا ہے۔ اِس لیئے وُہ کسی کو سبق نہیں پڑھا سکے۔

ماں نے یقین کر لیا۔ کہ ممکن ہے ایسا ہی ہو۔ ایک دِن صُبح اُس نے اپنے شوہر سے کہا۔ "بچّے کا اُستاد کئی روز سے بیمار ہے۔ ذرا اس کے ساتھ جا کر اُن کی خیر خیریت پُوچھ آتے"؟

مُلّا کو اپنے جھُوٹ کا بھانڈا پھُوٹتا ہُوا نظر آیا۔ تو بڑا گھبرایا۔ مگر کر کیا سکتا تھا۔ چُپکا باپ کے ساتھ ہولیا۔

ابوالمحاسن نے مکتب میں پہنچتے ہی اُستاد سے کہا "کیوں صاحب اب تو طبیعت ٹھیک ہے؟

سُنا تھا نصیب دُشمناں کچُھ ہیضے و بیضے کی شکایت ہو گئی تھی۔ اصل میں موسم ہی کچُھ ایسا ہو رہا ہے۔ ابھی کل ہی ہمارے محلّے میں دو آدمی ہیضہ کر کے مر گئے۔ دیکھئے نا آپ کا چہرہ کتنا اُتر گیا ہے "۔

اُستاد یہ سُن کر بڑا سٹ پٹایا۔ اور کہنے لگا۔ "حضرت! یہ کیا فرما رہے ہیں آپ۔ ہیضہ ہُوا کسے"؟

ابو المحاسن نے کہا۔ "جناب! کھانے پینے میں احتیاط نہ کرنے سے جو تکلیف ہو گی۔ وُہ ہیضہ ہی تو ہو گا۔ خیر آپ اگر ہیضے کے نام سے بُرا مان گئے ہیں۔ تو اسے ہیضہ نہ کہئے۔ کچُھ اَور کہہ لیجئے۔ مگر لوگ اسے ہیضہ ہی کہتے ہیں۔ خیر مطلب یہ کہ آپ کھانے پینے میں ذرا احتیاط برتیئے۔ اور اگر خدا نخواستہ پھر کبھی ایسی تکلیف ہو جائے۔ تو بلا تکلّف اطلاع دیجئے کہ ہم آپ کی خدمت کر سکیں "۔

اُستاد نے جل بھُن کر کہا۔ "یہ آپ کیا فرما رہے

ہیں۔ میں نے عرض کیا ہے۔ کہ مجھے ایسی کوئی تکلیف نہیں"۔

ابوالمحاسن نے کہا۔"تو پھر آپ کو تکلیف ہے کیا؟"

اُستاد نے کہا۔" پھر وہی بات۔ میں کہتا ہوں کہ مجھے کوئی تکلیف نہیں۔ مگر آپ ہیں کہ اپنی ہی ہانکے چلے جاتے ہیں"۔

ابوالمحاسن کچھ نادم سا ہُوا۔ اور کہنے لگا۔ کہ "مجھے تو مُلاّ کی زبانی معلوم ہُوا تھا۔ کہ آپ کچھ بیمار ہیں"۔

یہ سُن کر اُستاد نے ابوالمحاسن کو تمام واقعہ سُنا دیا۔ اور اُس سے ہاتھ جوڑ کر کہنے لگا۔"خدا کے لئے مجھے اِس لڑکے سے نجات دِلاؤ۔ میں اسے پڑھانے سے رہا۔ اگر یہ پھر مدرسے میں آیا۔ تو میں یہ قصبہ ہی چھوڑ کر بھاگ جاؤں گا"۔

یہ سُن کر ابو المحاسن نے مُلاّ کی خُوب گوشمالی کی۔ اور اُستاد سے درخواست کی۔ کہ خدا کے لئے اب کی مرتبہ اس کا قصور معاف کر دیجئے۔ اگر آئندہ اس نے کوئی ایسی حرکت کی۔ تو مار مار کر اس کے ہاتھ پاؤں ڈھیلے کر دُوں گا"۔

(۵)

اُستاد نے مُلاّ کو دوبارہ مکتب میں بٹھا لیا۔ چند دن تو مُلاّ چُپ چُپ اور دبکا دبکا بیٹھا رہا۔ مگر آہستہ آہستہ پھر پَر پُرزے نکالنے شروع کر دئے۔ نوبت یہاں تک پہنچی۔ کہ پھر اُستاد اور لڑکوں کا دم ناک میں آگیا۔ مُلاّ کا اُستاد بدقسمتی سے کانا تھا۔ ایک دِن مدرسے میں ایک چھوٹا سا لڑکا داخل ہُوا۔ اُستاد نے اُسے سبق پڑھانا شروع کیا۔ کہ" بیٹا پڑھو ب کے نیچے ایک نُقطہ۔ ت کے اُوپر دو نُقطے"۔

مُلاّ نے جھٹ بات کاٹتے ہوئے کہا" پڑھو

ب کے نیچے دو نُقطے۔ ت کے اوپر چار نُقطے‘‘۔

اُستاد نے بگڑ کر کہا۔’’ کیا بکتے ہو۔ کیوں غلط بات اس کے کان میں ڈالتے ہو‘‘؟

مُلّا نے کہا۔’’ جناب میں غلط نہیں کہہ رہا۔ آپ اصل میں ایک آنکھ سے دیکھتے ہیں۔ اِس لیئے جتنے نقطے اصل میں ہیں۔ آپ کو اُس کے آدھے دِکھائی دیتے ہوں گے‘‘۔

یہ سُن کر اُستاد آگ بگولا ہو گیا۔ اور مُلّا کو کان سے پکڑ گھسیٹتا ہُوا اُس کے باپ کے پاس لے گیا۔ غُصّے کے مارے یہ کیفیّت تھی۔ کہ مُنہ سے بات نہ نِکلتی تھی۔ بس اتنا ہی کہا۔ کہ’’ اب جو اسے مکتب میں آنے دے اُس پر لعنت‘‘۔

باپ نے ہر چند منّت سماجت کی۔ کہ اسے ایک موقعہ اَور دِیجیے۔ مگر اُستاد نہ مانا۔ اور مُلّا کو پھر مدرسے آنے کی اجازت نہ دی۔

مُلّا کی والدہ کا اِنتقال

(۱)

جب اُستاد نے مُلّا کو پڑھانے سے صاف انکار کر دیا۔ تو ماں نے اُسے گھر پر تعلیم دینا شروع کی۔ وہ چونکہ اپنے وقت کی فاضل عورت تھی۔ اِس لئے مُلّا نے اُس کی قابلیت سے پُورا فائدہ اُٹھایا۔ ذہین تو تھا ہی۔ دو چار سال کی محنت سے بڑوں بڑوں کے کان کترنے لگا ۔

ابھی مُلّا کی عُمر مشکل سے بارہ برس کی تھی۔ کہ

اس کی والدہ سراج النّساء بیمار ہو گئی۔ ہزار علاج کیئے۔ مگر کوئی دوا کارگر نہ ہو سکی۔ مرض بڑھتا ہی چلا گیا۔ یہاں تک کہ اس دُنیا سے رُخصت ہو گئی۔

مُلّا بہتیرا چیخا چلایا۔ مگر رضائے مولا میں دم مارنے کی گنجائش کہاں؟ آخر رو دھو کر چُپکا ہو رہا۔ مُلّا کے والد ابوالمحاسن کو بھی اپنی بیوی کی موت کا سخت صدمہ ہُوا۔ آخر کیوں نہ ہوتا۔ وہی تو تھی جس نے ابوالمحاسن کو اس درجے تک پہنچایا تھا۔ شادی سے پہلے وُہ ایک غریب شخص تھا۔ مگر سراج النّساء نے اپنی محنت۔ کفایت شعاری اور سلیقے سے تمام گھر اور کاروبار کا انتظام کچھ اِس ڈھب سے کیا۔ کہ دولت میں روز بروز اضافہ ہوتا گیا۔ اور وُہ اپنے قصبے کا ایک رئیس بن گیا۔ ایسی عورت کے مرجانے سے یقیناً ابوالمحاسن کو سخت صدمہ ہونا چاہیئے تھا۔ اُس نے کئی دِن تک بیوی

کے غم میں کھانا تک نہ کھایا ٭
جب طبیعت کچھ سنبھلی۔ تو کاروبار کی طرف توجہ کی۔ مگر کاروبار سے واقف نہیں تھا۔ نوکروں چاکروں نے جو دیکھا۔ کہ آقا کاروباری معاملات میں بالکل کورا ہے۔ تو انہوں نے خیانت شروع کر دی۔ اور سراج النساء کی محنت اور سلیقے سے کمائی ہوئی دولت ضائع ہونے لگی ٭

(۲)

ایک تو بیوی کے انتقال کا اثر کاروبار پر بہت برا پڑا۔ دوسرے ابوالمحاسن نے ایک بہت بڑی غلطی یہ کی۔ کہ ایک نوجوان عورت خصیمہ نامی سے شادی کر لی۔ خیال تھا۔ کہ یہ عورت بھی سراج النساءؑ کی طرح سمجھدار اور سلیقہ شعار ہوگی۔ اور اس کے کاروبار کو سنبھال لے گی۔ مگر اس کی یہ امید پوری نہ ہو سکی۔ بلکہ اس کی توقع کے خلاف یہ عورت اتنی

اَن پڑھ اور بے سمجھ نکلی۔ کہ نکاح کے چند دن بعد ہی ابو المحاسن کو اپنی غلطی کا احساس ہوگیا۔ مگر اب کیا ہو سکتا تھا۔ صبر کرکے خاموش ہو رہا۔

نصیبہ کا اپنے سوتیلے لڑکے مُلّا سے بھی سلوک اچّھا نہ تھا۔ اِدھر وُہ گھر میں قدم رکھتا۔ اُدھر وُہ پنجے جھاڑ کر اُس کے گرد ہو جاتی۔ ابو المحاسن نے کئی مرتبہ اُسے سمجھایا۔ کہ یہ تمہارا لڑکا ہے۔ اِس سے اِس قسم کی بدسلوکی نہ کیا کرو۔ مگر وُہ اُس کی مُطلق پرواہ نہ کرتی۔ بلکہ بعض اوقات طیش کی حالت میں شوہر کی ڈاڑھی نوچنے سے بھی نہ چُوکتی۔

بیوی کی اس کوتہ اندیشی اور ملازموں کی نمکحرامی کا نتیجہ یہ نکلا۔ کہ ایک مختصر سی مدّت میں ابو المحاسن کا تمام کاروبار تباہ ہوگیا۔ یا تو چند سال پہلے وہ قصبے کے رئیسوں کی سی زندگی بسر کرتا تھا۔ یا اب ایک غریب آدمی کی طرح رہنے پر مجبور ہوگیا۔ مگر

خصیمہ کے مزاج پر اس تبدیلی کا بھی ذرہ بھر اثر نہ ہوا۔ بلکہ وُہ پہلے سے بھی زیادہ بدمزاج ہوگئی + ابوالمحاسن نے لاکھ مرتبہ سمجھایا۔کہ تمہاری یہ بدمزاجی اور بے سمجھی آخر گھربار کو تباہ کرکے رہے گی۔ مگر اُس کے کان پر جُوں تک نہ رینگی۔ نتیجہ یہ ہُوا کہ ابوالمحاسن تباہ حال ہوگیا +

مُلّا نے جب اپنی سوتیلی ماں کی یہ بدمزاجی اور برہمی دیکھی۔ تو فیصلہ کرلیا۔کہ خواہ کچھ ہی ہو اُس کی دِل آزاری میں کوئی کسر نہ اُٹھا رکھوں گا + چنانچہ وُہ اُسے تنگ کرنے کے لئے طرح طرح کے طریقے سوچتا + خصیمہ تھی اوّل درجے کی بے سمجھ عورت وُہ اپنی اصلاح کرنے کی بجائے بھڑک اُٹھتی۔ اور مُلّا کو مارنے کے لیئے دَوڑتی۔ مُلّا چوکڑیاں بھرتا ہُوا گھر سے باہر نِکل جاتا۔ اور دروازے کے باہر کھڑا ہوکر اُس کا مُنہ چڑاتا +

(۳)

ایک دِن خصیمہ اپنی کسی ہمسائی کو ملنے کے لئے گھر سے باہر گئی ہوئی تھی۔ کہ مُلّا کھٹ سے گھر میں آنازل ہُوا۔ جب اُس نے میدان صاف دیکھا تو خصیمہ کے کپڑوں کا صندوق کھول کر اُس کے تمام کپڑے قینچی سے کتر دِئے۔ اور صندوق کو پھر بند کر دِیا ؎

اسی شام خصیمہ کو کسی شادی پر جانا تھا۔ اُس نے نہا دھو کر نئے کپڑے پہننے چاہے۔ تو صندوق سے ایک کپڑا بھی ایسا نہ نِکلا۔ جو مُلّا کی قینچی سے بچا ہو۔ آخر وُہ چُوہوں کو سَو سَو صلواتیں سُناتی ہُوئی معمولی کپڑے پہن کر شادی پر چلی گئی۔ مُلّا بھی ساتھ تھا ؎

جب دونوں شادی والے گھر میں پہنچے۔ تو وہاں ان دونوں میں پھر کسی بات پر جھگڑا ہو گیا۔

اور لگی تُو تُو میَں میَں ہونے۔ آخر ہوتے ہوتے اِس جھگڑے نے اچھے خاصے مناظرے کی شکل اختیار کر لی خصیمہ ایک کہتی تو مُلّا چار سُناتا ۔ فرق صرف اِتنا تھا۔ کہ خصیمہ جو کہتی اُس سے اُس کی نادانی اور جہالت کا اظہار ہوتا۔ مگر مُلّا جو کچُھ کہتا ۔ اُس میں کوئی مزیدار چوٹ ہوتی ۔

شادی پر بہُت سے لوگ جمع تھے۔ وُہ ماں بیٹے کی لڑائی سُن کر اکٹھے ہو گئے ۔ اور دونوں کے سوال اور جواب سُن کر ہنسنے لگے ۔ ایک کہتا ۔ کہ خصیمہ جو کہتی ہے ٹھیک کہتی ہے ۔ آخر اِس مُشٹنڈے کو کیا حق پہنچتا ہے ۔ کہ ماں سے اِس قسم کا سلوک کرے ۔ دُوسرا کہتا کہ مُلّا بڑا سمجھدار لڑکا ہے سارا قصور ہی خصیمہ کا ہے ۔ آخر سوتیلی ماں جو ہوئی مطلب یہ کہ لوگوں نے کہہ سُن کر اچھا خاصا ہنگامہ کرا دیا۔ اور خصیمہ ایک موٹا سا ڈنڈا لے کر مُلّا پر جھپٹی ڈنڈا

دیکھ کر مُلّا وہاں سے بگٹٹ بھاگا۔ اور اپنے گھر آ کر دم لیا۔ گھر پہنچ کر مُلّا یہ سوچنے لگا۔ کہ اس بے عزتی کا بدلہ کیسے لیا جائے۔

اسی گاؤں میں ایک پاگل عورت شمینہ نامی رہتی تھی۔ مُلّا اُس کے پاس پہنچا۔ اور کہنے لگا۔ "چلو میں تمہیں اپنے گھر لیئے چلتا ہوں۔ وہاں تمہیں اچھی اچھی چیزیں کھانے کو دوں گا۔ وہ مُلّا کے بھرّے میں آ گئی۔ اور اُس کے ساتھ چل دی۔

دونوں چلتے چلتے گھر پہنچے۔ تو مُلّا نے اُسے ایک پلنگ پر بٹھایا۔ اور خود بازار سے کچھ لانے کا بہانہ کر کے باہر نکل آیا۔ گھر کا دروازہ اُس نے باہر سے بند کر دیا۔ اور خود بھاگا بھاگا اُسی شادی والے گھر پہنچا۔ خصیمہ نے اُسے دیکھا۔ تو پھر اُس کی طرف لپکی۔ مگر مُلّا نے کہا۔ کہ "میں تمہارے بھلے کی کہنے آیا ہوں۔ اگر سُن لو تو بہتر۔ ورنہ پچھتاؤ گی"

خصیمہ نے پُوچھا۔ کیا بات ہے"؟

مُلّا نے کہا"۔غضب ہو گیا" یہ کہہ کر مُلّا اُس سے لپٹ کر زار زار رونے لگا۔

وُہ بولی"کچھ کہو بھی۔آخر ہُوا کیا۔ مجھے بھی تو کچھ معلوم ہو"۔

مُلّا نے کہا"ہونا کیا تھا۔ ابّا جان نے تمہارے یہاں آتے ہی ایک عورت سے شادی کر لی ہے۔ ابھی میں گھر پہنچا۔ تو وہاں ایک موٹی تازی عورت کو بیٹھے پایا۔ دریافت کرنے پر اُس نے مجھے بتایا۔ کہ میں تمہاری نئی ماں ہُوں۔ اور تمہارے والد نے مجھے کہا ہے۔ کہ خصیمہ اگر گھر میں داخل ہو۔ تو اُسے جُوتے لگا کر باہر نکال دو۔ بس اتنا سننے کے بعد میں تمہیں اطلاع دینے کے لئے پھر یہاں دوڑا آیا ہُوں"۔

یہ سُنتے ہی خصیمہ غُصّے سے تلملا اُٹھی۔ اور اسی

حالت میں مُلاّ کے ساتھ گھر کی طرف روانہ ہوگئی +
گھر میں داخل ہوئی۔ تو اُس نے دیکھا۔ کہ واقعی ایک
موٹی سی عورت پلنگ پر بیٹھی ہے ٭

خصیمہ نے اُسے دیکھتے ہی کہا" تُم یہاں کیوں
آئی ہو۔ یہ گھر میرا ہے"؟

پاگل عورت نے کہا" بک بک نہ کرو۔ مجھے
گھر کا مالک یہاں بٹھاکر گیا ہے"٭

یہ سُنتے ہی خصیمہ کا پارہ اُوپر چڑھ گیا۔ اور اُس
نے آگے بڑھ کر اُسے گریبان سے پکڑ لیا + شمینہ
کب چُپ رہنے والی تھی۔ اُس نے جُوتا اُتار کر
خصیمہ کے سر پر کچھ ایسی بے بھاؤ کی رسید کیں۔ کہ
وُہ شکست کھاکر گھر کے دروازے کی طرف دوڑی۔
اِدھر مُلاّ پہلے ہی دروازہ باہر سے بند کرکے رفوچکر
ہوچکا تھا۔ شمینہ نے پھر خصیمہ کو آلیا۔ اور اُسے اُٹھا کر
زمین پر دے پٹکا + دونوں گُتھم گُتھا ہوگئیں۔ اور

شور و غُل مچ گیا ۔
کسی نے ابو المحاسن کو خبر دی۔ کہ تُمہارے گھر میں سخت لڑائی ہو رہی ہے۔ وُہ بچارا ننگے پاؤں دُکان سے دَوڑتا ہُؤا گھر آیا۔ دیکھا تو دروازہ باہر سے بند تھا۔ سمجھ گیا کہ یہ سب شرارت مُلّا کی ہے دروازہ کھول کر اندر داخل ہُؤا۔ تو خصیمہ اُسے دیکھتے ہی بپھری ہوئی شیرنی کی طرح اُس پر جھپٹی۔ اور یہ کہتے ہوئے اُس پر پل پڑی "یہ سب تُمہاری کارستانی ہے۔ دیکھو تو تمہیں سوت لانے کا مزہ آج کیسا چکھاتی ہُوں"۔
سوت کا نام سُن کر ابو المحاسن چونکا۔ ڈانٹ کر شمیمہ سے مخاطب ہُوا۔ کہ "تو کون ہے۔ شمیمہ کا دماغ صحیح تو تھا نہیں۔ ڈانٹ سُن کر وُہ بھی ابو المحاسن پر پل پڑی۔ اور دونوں نے مار مار کر اُس کے انجر پنجر ڈھیلے کر دیئے۔ بچارا مار کھا کھا کر جب

ادھ مُوا ہوگیا۔ تو اُن سے پیچھا چھڑا کر طائف سے نکل بھاگا۔ اور ایسا گیا کہ پھر مرتے دم تک واپس نہ آیا۔

(۴)

مُلّا اپنی شرارت کے اِس انجام پر بڑا پچھتایا۔ مگر اب کیا ہوسکتا تھا۔ اُس نے عرب کا کونا کونا چھان مارا۔ مگر باپ کا کچھ سُراغ نہ مل سکا۔ اس کے بعد اُس نے ایک قافلے کے ساتھ مل کر دُور دراز مُلکوں کا سفر کیا۔ مگر وہاں بھی اُسے اس مقصد میں ناکامی ہوئی۔ آخر تھک ہار کر واپس طائف آگیا۔ یہاں آکر اُسے معلوم ہُوا۔ کہ خصیمہ گھر اور دُکان کا تمام سامان لے کر اپنے میکے چلی گئی ہے۔

ایران کا سفر

(۱)

ایک دِن اس قصبے میں ایک ایرانی قافلہ آکر ٹھہرا۔ اُس کا سردار ایک خوش مزاج ایرانی تھا۔ نام تھا اُس کا علی حسن۔ اتّفاق سے مُلّا کی ملاقات اس سے ہوگئی۔ پہلی ہی ملاقات میں علی حسن نے بھانپ لیا۔ کہ مُلّا کام کا آدمی ہے۔ چنانچہ اُس نے اُسے ایران چلنے کی دعوت دی۔ مُلّا نے بھی یہ خیال کرتے ہوئے اُس کی دعوت قبول کر لی۔ کہ شاید ایران میں

ہی گُم شدہ باپ کا پتہ چل سکے۔ چنانچہ سفر کا سامان باندھ کر قافلے کے ساتھ چل پڑا ۔

دس بیس دِن کے بعد یہ قافلہ ایران کے دارالحکومت طہران میں پہنچ گیا۔ مُلاّ نے اپنا تمام سامان وغیرہ ایک سرائے میں رکھا۔ اور خود نہانے دھونے کے لئے کسی حمّام کی تلاش میں نِکلا۔ پُوچھتا پُوچھتا ایک حمّام کے دروازے پر پہنچا۔ وہاں ایک ایرانی سپاہی کمر میں تلوار لٹکائے اُسے نظر آیا۔ سپاہی نے اُسے اجنبی خیال کیا۔ اور اُس سے اُس کا نام پُوچھا۔ مُلاّ نے فی الفور کہا "میرا نام یزید ہے"۔ سنتے ہی سپاہی تلوار سونت کر مُلاّ پر لپکا۔ مُلاّ جلدی سے حمام میں جا گھسا۔ اچھّی طرح سے نہا دھو کر جب باہر نِکلا۔ تو اُسی سپاہی کو دروازے پر کھڑا پایا۔ اب کی مرتبہ اُس نے پھر پُوچھا "تمہارا نام کیا ہے"؟

مُلاّ نے مُسکرا کر کہا "علی حیدر"۔

سپاہی نے کہا "پہلے تُو نے اپنا نام یزید بتایا تھا۔ اب علی حیدر بتاتا ہے"؟

مُلاّ نے کہا "ہاں یہ درست ہے۔ مگر بات یہ ہے۔ کہ اس وقت مَیں سفر کی گرد میں لت پت تھا۔ پسینہ کی بُو سے میرا اپنا دماغ پھٹا جا رہا تھا۔ ایسی حالت میں علی حیدر کا پاک لفظ اپنی زبان پر کیسے لا سکتا تھا"؟

یہ سُن کر سپاہی نے اسے ویسے تو کچھ نہ کہا۔ مگر پکڑ کر کوتوال کے پاس لے گیا۔ اور اُسے سارا قِصّہ سُنایا۔ کوتوال مُلاّ کی حاضر جوابی کا حال سُن کر خوش ہُؤا۔ اور اُسے اپنے مکان میں ٹھہرنے کو کہا۔ مُلاّ مان گیا۔ اور وہیں اُس کے مکان میں رہنے لگا۔

(۲)

کوتوال نے مُلاّ کی بڑی آؤ بھگت کی۔ مُلاّ چونکہ

ضلع مجگت میں بڑا طاق تھا۔ اِس لئے چند دِنوں
کے اندر ہی اندر اُس کا منظورِ نظر بن گیا۔ کوتوال
جس مجلس میں بھی بیٹھتا۔ مُلّا کی حاضر جوابی اور ظرافت
کی تعریف کرتا۔ ہوتے ہوتے بادشاہ کو بھی علم ہو گیا
کہ طہران میں ایک بہت بڑا ظریف آیا ہے۔ چونکہ
بادشاہوں کو امن کے زمانے میں اسی قسم کے ہنسوڑ
آدمیوں کی ضرورت رہتی ہے۔ اِس لئے اُس نے
شاہی ملازم مُلّا کو لانے کے لئے بھیجے۔

بدقسمتی سے بادشاہ کے دربار میں ایک اَور
ظریف کربلائی نامی تھا۔ اُسے مُلّا کا دربار میں آنا
کچھ ناگوار سا گزرا۔ چنانچہ اُس نے شاہی ملازموں
کے پہنچنے سے پہلے ایک خاص آدمی کے ہاتھ مُلّا
کو اطلاع پہنچا دی۔ کہ شاہی ملازم تمہیں گرفتار
کرنے کے لئے آ رہے ہیں۔ مُلّا یہ سُنتے ہی بڑا
گھبرایا۔ اور کسی جگہ چھپ رہا۔ شاہی ملازم اُسے

تلاش کرنے کے بعد واپس دربار میں پہنچے۔ اور شاہِ ایران کو اطلاع دی۔ کہ مُلّا کہیں بھاگ گیا ہے۔ کربلائی نے اُسی وقت کہا "جہاں پناہ۔ مُلّا فلاں جگہ بیٹھا عام لوگوں میں یہ کہہ رہا تھا۔ کہ مَیں بادشاہ کے دربار میں جانا نہیں چاہتا۔ غالباً اسی لئے دوڑ گیا ہے"۔

بادشاہ کو بڑا غصّہ آیا۔ اور اُس نے حکم دیا کہ جہاں بھی ملے اُسے گرفتار کر کے لے آؤ۔

یہ سُنتے ہی شاہی ملازم اُس کی تلاش میں نکلے۔ اور ڈھونڈتے ڈھونڈتے آخر اُسے ایک سرائے میں جا پکڑا۔ اُنھوں نے اُسے بیڑیاں اور ہتھکڑیاں پہنائیں۔ اور دربار میں لا حاضر کیا۔

بادشاہ نے غضب ناک ہو کر کہا "کیوں بے پاجی۔ کیا تُو عام لوگوں میں یہ کہہ رہا تھا۔ کہ مَیں دربارِ شاہی میں جانا نہیں چاہتا"؟

ملّا نے کہا "جہاں پناہ - یہ آپ کو کِس نے کہا"؟

بادشاہ نے کہا "کربلائی نے کہا ہے"۔

ملّا نے کہا "ہاں قبلۂ عالم! اُس نے درست کہا ہے - جہاں میں نے یہ الفاظ کہے - وہاں یہ مَوجُود تھا - بلکہ پہلے تو اسی نے کہا تھا - کہ شاہِ ایران بڑا ظالم ہے - جسے چاہتا ہے - اُسے قتل کرا دیتا ہے یا قید کر دیتا ہے - اِس پر میرے مُنہ سے نِکل گیا - کہ اگر یہ بات ہے تو میں دربارِ شاہی میں نہیں جاؤں گا"۔

یہ سُنتے ہی بادشاہ کو سخت غُصّہ آیا - اور اُس نے حُکم دِیا - کہ کربلائی کو سرِ دربار سَو جُوتے لگائے جائیں - اور یہ کام خود مُلّا کے ہاتھوں انجام پذیر ہو - یہ سُنتے ہی مُلّا نے کربلائی کی پگڑی اُتار پھینکی - اور جُوتا اُتار کر اُس کی چندیا کی مرمّت

میں مصروف ہوگیا ۔

کربلائی نے مُلّا کے ہاتھوں جُوتے کھائے۔ تو اُس کا سخت مخالف بن گیا۔ اور فیصلہ کرلیا۔ کہ چاہے کچھ بھی ہو اِس سے اپنی اِس توہین کا بدلہ لے کر رہُوں گا ۔

(۳)

ایک دِن شاہِ ایران دربار میں بیٹھا اپنے باپ دادا کے قصّے بیان کررہا تھا۔ باتوں باتوں میں اُس نے کہا۔ کہ "نہ جانے مرنے کے بعد اُن پر کیا بیتی۔ ان کا حال معلوم کرنے کو جی بہت چاہتا ہے۔ مگر کیا کیا جائے۔ یہ بات توکسی طرح مُمکن ہی نہیں ہے"۔

کربلائی نے فوراً ہاتھ جوڑ کر عرض کیا "حضور یہ کام تو نہایت آسانی سے ہوسکتا ہے۔ مَیں نے سُنا ہے۔ کہ مُلّا نے کوئی عمل کر رکھا ہے۔ جس سے

وُہ مرے ہوئے آدمیوں کے حالات معلوم کر دیتا ہے۔"

بادشاہ نے پُوچھا" وُہ کیسے "؟

کربلائی نے کہا" طریقہ یہ ہے۔ کہ مُلّا کو قبر میں دفن کر دیا جاتا ہے۔ اس طرح اس کی رُوح مرے ہُوئے آدمیوں تک پہنچ جاتی ہے۔ دو چار مہینے کے بعد واپس آکر وُہ اُن کے حالات بیان کر دیتا ہے۔"

یہ سُنتے ہی مُلّا کا چہرہ فق ہو گیا۔ سمجھ گیا۔ کہ انکار کیا تو بادشاہ بگڑ جائے گا۔ بس شامت آگئی۔ آخر کچھ سوچ کر اُٹھا۔ اور بادشاہ سے عرض کیا۔ "حضور میں اس کے لئے تیار ہُوں۔ مگر شرط یہ ہے کہ قبر میری نگرانی میں کھودی جائے۔ دس پندرہ دن تک جب قبر تیار ہو جائے گی۔ تو میں اس میں دفن ہو کر آپ کے باپ دادا کے پاس پہنچ جاؤں گا

اور وہاں سے دو چار مہینے کے بعد واپس آجاؤں گا"
بادشاہ نے کہا "بہت اچھا۔ مگر دیکھو یہ کام کرنے میں کسی قسم کی غفلت نہ ہو"
مُلّا نے کہا "جہاں پناہ۔ آپ اطمینان رکھئے"
اسی دِن مُلّا نے اپنی قبر تیار کرانی شروع کر دی۔ شام تک قبر تیار ہو گئی۔ اس کے بعد مُلّا نے دو چار آدمی قبر سے اپنے مکان تک ایک سُرنگ کھودنے پر مقرر کئے۔ جو رات کے وقت چُپکے چُپکے کام کرتے۔ آخر دس پندرہ دِن تک سُرنگ تیار ہو گئی۔ کربلائی اور دُوسرے اراکینِ سلطنت کو اِس سُرنگ کا قطعًا علم نہ تھا۔ اُنھوں نے سمجھ لیا۔ کہ بس اب مُلّا قبر سے زندہ نہ نکلے گا۔
قبر کی تیاری کے بعد بادشاہ نے اپنے امراء اور وزرا کی موجُودگی میں مُلّا کو قبر میں اُتارا۔ اور اوپر مٹّی ڈال دی۔ مُلّا اسی وقت سرنگ کے رستے

کھٹ سے اپنے مکان میں آ داخل ہُوا۔ اور چار مہینے تک یہیں چھپا رہا۔ اس عرصے میں اپنے بال اور ناخُن نہ ترشوائے۔ چنانچہ وُہ بے تحاشا بڑھ گئے ۔

(۴)

جب چار مہینے گُزر گئے۔ تو مُلاّ سرنگ کے رستے پھر قبر میں جا لیٹا ۔

بادشاہ نے مقرّرہ مدّت کے بعد قبر کھدوائی۔ تو مُلاّ کو قبر میں زندہ پایا۔ بادشاہ بڑا خوش ہُوا۔ اور نہایت عزّت اور احترام کے ساتھ مُلاّ کو دربار میں لے آیا ۔

دربار میں پہنچ کر بادشاہ نے مُلاّ سے اپنے باپ دادا کے حالات پُوچھے ۔

مُلاّ نے کہا "حضور آپ کے باپ دادا بہت آرام سے ہیں۔ آج کل جنّت کے ایک عظیم الشان

محل میں قیام ہے۔ بس ایک تکلیف ہے اُنہیں“
بادشاہ نے پُوچھا ”وُہ کیا“؟
مُلاّ نے کہا ”دیکھیئے حضُور۔ میرے بال اور ناخن بڑھے ہوئے ہیں۔ جنّت میں کوئی حجّام نہیں ہے۔ آپ کے باپ دادا کی بھی یہی حالت ہے۔ اُن کی خدمت کے لیئے کوئی نائی بھیج دِیا جاتا تو خُوب ہوتا“

کربلائی دراصل قوم کا حجّام تھا۔ اُس نے مُلاّ کی زبانی یہ سُنا۔ تو اُس کا ماتھا ٹھنکا۔ کہ بس اب میری خیر نہیں۔ ادھر مُلاّ کی نظر کربلائی پر پڑی۔ ادھر بادشاہ نے کربلائی کو دیکھا اور کہا ”اگر کربلائی کو وہاں بھیج دِیا جائے۔ تو کیا مناسب نہیں ہوگا“؟
مُلاّ نے کہا ”حضور اس سے زیادہ مناسب اَوْر کیا ہوگا۔ کربلائی نہ صرف اُن کی حجامت ہی بنایا کرے گا۔ بلکہ اپنے مسخرے پن سے اُن کا دِل بھی

بہلایا کرے گا۔"

بادشاہ نے کہا۔" ہاں یہ بالکل ٹھیک ہے۔ اچھا کل کربلائی کو قبر میں دفن کرنے کا بندوبست کر دو۔"

کربلائی بڑا گھبرایا۔ اُس نے بہت سوچا۔ مگر بچنے کی کوئی صورت نظر نہ آئی۔ آخر دربار برخواست ہونے کے بعد مُلا کو اُس کے گھر پر ملا۔ اور اپنی پگڑی اُتار کر اُس کے پاؤں پر رکھ دی۔ اور ہاتھ جوڑ کر اُس سے کہنے لگا۔" دوست! خدا کے لئے مجھے بچاؤ۔"

مُلا نے کہا۔" اچھا میں تمہیں بچانے کے لئے تیار ہوں۔ مگر دس ہزار روپیہ اسی وقت یہاں نکال کر رکھ دو۔"

کربلائی اسی وقت اپنے گھر دوڑا گیا۔ اور دس ہزار روپیہ لا کر مُلا کے پاؤں پر رکھ دیا۔

دس ہزار روپیہ وصُول کرنے کے بعد مُلاّ نے کہا" اب تم تین مہینے کے لئے کہیں چھُپ جاؤ۔ باقی انتظام میَں خود کر لوُں گا"۔

(۵)

کربلائی شہر میں کہیں جا کر چھُپ رہا۔

دُوسرے دِن بعد مُلاّ دربار میں حاضر ہُوا۔ تو بادشاہ نے کہا" مُلاّ! آج دربار میں کربلائی نظر نہیں آتا"۔

مُلاّ نے کہا" حضور جب کربلائی نے یہ سُنا۔ کہ آپ کے باپ دادا کی حجامت بنانے والا جنّت میں کوئی نہیں ہے۔ تو وُہ کچھُ پریشان سا ہو رہا تھا۔ کل رات وُہ میرے پاس آیا۔ اور کہنے لگا۔ کہ میَں صُبح کا انتظار بھی نہیں کر سکتا۔ مجھُے دفن کرنے کا انتظام ابھی کر دو۔ میَں نے اُسے بہتیرا سمجھایا۔ مگر وُہ اپنی ضِد پر قائم رہا۔ آخر میَں نے چند آدمیوں

کو ساتھ لیا۔ اور قبرستان لے جاکر اپنے عمل کے مطابق اُسے دفن کر دِیا۔"

یہ سُن کر بادشاہ بڑا خوش ہوُا۔ اور کہنے لگا۔ "سچّی بات یہ ہے۔ کہ کربلائی بڑا وفادار ملازم ہے"

تین مہینے گزُرنے کے بعد مُلّا نے کربلائی کو دربار میں لا حاضر کیا۔ بادشاہ نے پُوچھا "کہو کربلائی میرے بزرگوں کا کیا حال ہے؟"

کربلائی نے کہا "حضور جس وقت مَیں جنّت میں پہنچا۔ تو واقعی آپ کے بزرگوں کے بال اور ناخن بہُت بڑھے ہوئے تھے۔ مَیں نے جاتے ہی اُن کی حجامت بنائی۔ اس کے بعد حجامت بنانے کا کام مَیں نے اُن کے ایک نوکر کو سِکھا دِیا ہے۔ اور اب اُن سے اجازت حاصل کرکے واپس آگیا ہوُں۔"

بادشاہ نے کہا "اُنہوں نے تمہارے ہاتھ کوئی

پیغام بھی بھیجا؟"

کربلائی نے کہا" ہاں حضور انھوں نے یہ کہا تھا۔ کہ ہم بالکل خیریت سے ہیں۔ آئندہ ہمارے پاس کسی آدمی کو بھیجنے کی تکلیف نہ کی جائے"۔

مُلّا دوپیازہ ہندوستان میں

(۱)

جن دِنوں مُلّا شاہِ ایران کا مصاحبِ خاص تھا۔ ہندوستان کا بادشاہ نصیر الدین ہمایُوں شیر شاہ سُوری سے شکست کھا کر طہران پہنچ گیا۔ شاہِ ایران نے اُس کا شایانِ شان خیر مقدم کِیا۔ اور کئی مہینے تک اُسے مہمان رکھا ؛

اِس دوران میں مُلّا کی دوستی ہمایُوں کے سپہ سالار سے ہو گئی۔ تھوڑے ہی دِنوں میں دونوں کچھ اِس قدر گھُل مِل گئے۔ کہ ایک لمحہ کے لئے بھی

ایک دُوسرے سے جُدا نہ ہوتے۔ یہاں تک کہ جب ہمایوُں نے ایران میں قزلباشوں کا لشکر تیار کر کے ہندوستان پر چڑھائی کی۔ تو سپہ سالار نے اُسے ایران میں چھوڑنا گوارا نہ کیا + مُلاّ بھی چونکہ اُس کے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔ اس لئے شاہی لشکر کے ساتھ ہندوستان کی طرف روانہ ہو گیا +

شاہی لشکر جب چلتا چلتا ماچھی واڑہ کے میدان میں پہنچا۔ تو سلیم شاہ سُوری کے لشکر کے ساتھ اُس کا زبردست رن پڑا + مُلاّ نے بھی اس لڑائی میں مردانگی کے جوہر خُوب دِکھائے۔ گھمسان کی جنگ کے بعد آخر سلیم شاہ سُوری کا لشکر شکست کھا کر بھاگا۔ اور ہمایُوں اپنی فوج کے ساتھ بڑھتا بڑھتا دہلی میں آداخل ہُوا +

(۲)

اس کے بعد تمام کھویا ہوُا مُلک ہمایوُں کے

قبضے میں آگیا۔ اور تمام باغیوں کو قرار واقعی سزا دینے کے بعد مُلک میں ایسا امن قائم ہوگیا۔ جو مُغلیہ سلطنت کے زمانے میں آخر تک قائم رہا۔

ہمایوُں کے انتقال کے بعد سلطنت کی باگ ڈور اُس کے بیٹے اکبر نے اپنے ہاتھ میں لی۔ چونکہ زمانہ امن کا تھا۔ اور مُلک میں کسی سرکش کے سر اُٹھانے کا خدشہ تک نہ تھا۔ اس لئے اکبر نے اپنی دِل لگی کے لئے اپنے دربار میں بڑے بڑے اہلِ کمال لوگ اکٹھے کئے۔ جو اکبری نورتن کہلائے۔

اُن دِنوں مُلّا اپنی زندگی کے دِن ایک مسجد میں گزارتا تھا۔ محلّے کے چند لڑکے اُس کے پاس پڑھنے کے لئے آجاتے۔ اور اس طرح سے اس کی گزرِ اوقات ہوجاتی۔ چونکہ وُہ بڑا خوش الحان اور حاضر جواب مقرّر تھا۔ اِس لئے اُس کا شُہرہ دہلی بھر میں ہوگیا۔ لوگ اُسے اپنے جلسوں اور

اجتماعوں میں بُلاتے۔ اور اُس کی ظریفانہ تقریریں سُن کر اُس کی خوش آوازی اور ظرافت کی داد دیتے ہوتے ہوتے ارکانِ سلطنت نے اُسے مدعو کرنا شروع کردیا۔ اور فیضی اور ابوالفضل سے اُس کی اچھی خاصی آشنائی ہوگئی +

اُن دِنوں دو پیازہ دِلّی کا ایک لذیذ کھانا تصوّر کیا جاتا تھا۔ مُلّا نے جب پہلی مرتبہ اُسے فیضی کے ہاں کھایا۔ تو وہیں بیٹھے بیٹھے یہ فیصلہ کر لیا۔ کہ آئندہ میں صرف ایسی ضیافتوں میں جایا کروں گا۔ جہاں میرے لئے دو پیازہ پکایا جائے گا + مُلّا اپنے اس عہد پر برابر قائم رہا۔ جب تک اُسے یقین نہ دِلا دیا جاتا۔ کہ کھانے میں دو پیازہ بھی ہوگا۔ وُہ کسی کی دعوت منظور نہ کرتا + دو پیازہ سے مُلّا کی اِس قدر رغبت دیکھ کر لوگوں نے اُسے مُلّا دو پیازہ کہنا شروع کر دیا۔ اور اسی نام سے وُہ اب تک مشہور ہے +

(۳)

فیضی کے ہاں چونکہ مُلّا کا آنا جانا بہت تھا۔ اِس لئے اُس نے ایک دفعہ مناسب موقعہ دیکھ کر بادشاہ سے اُس کا ذِکر کر دِیا۔ بادشاہ پہلے ہی ایسے آدمیوں کی تلاش میں تھا۔ اُس نے فوراً اُسے دربار میں حاضر کرنے کا حُکم دِیا۔ شاہی حُکم کی تعمیل میں فیضی نے دُوسرے دِن ہی مُلّا کو اکبر کے سامنے پیش کر دِیا۔

اکبر کے دربار میں اُن دِنوں بیربر کا رنگ چھایا ہُوا تھا۔ بیربر بڑا ذکی اور حاضر جواب مصاحب تھا۔ اور بادشاہ اُس سے بے حد خوش رہتا تھا۔ بیربر نے جب دربار میں مُلّا کو داخل ہوتے دیکھا تو گھبرایا۔ کہ مبادا بادشاہ کی زیادہ توجّہ اُس کی طرف ہو جائے۔ چنانچہ وُہ ہر وقت اُسے زک پہنچانے کی فکر میں رہنے لگا۔ آخر ایک دِن مناسب موقع دیکھ کر اُس نے اکبر سے کہہ دِیا۔ کہ مُلّا ایک جاہل

آدمی ہے - اِس لئے اِس قابل نہیں - کہ دربارِ شاہی کے نورتنوں میں شمار ہو"۔

اکبر نے کہا "تمہارے پاس اس کا کیا ثبوت ہے"؟

بیربر نے کہا "جہاں پناہ اپنے دربار کے علماء سے اس کا مناظرہ کرا کر دیکھ لیجئے"۔

بادشاہ نے بیربر کی اِس تجویز سے اتفاق کر لیا - اور دُوسرے ہی دِن شاہی دربار میں ایک علمی بحث کا بندوبست کر دیا - مُلاّ کو بھی اطلاع دے دی گئی - کہ کیل کانٹے سے لیس ہو کر دربار میں آئے۔

دُوسرے دِن مُلاّ دربار میں پہنچا - تو وہاں ملک بھر کے عالم اور فاضل موجُود تھے - لیکن وُہ ذرا نہ گھبرایا - بلکہ نہایت اطمینان کے ساتھ اپنی جگہ پر جا کر بیٹھ گیا - اتنے میں اکبر نے کہا "مُلاّ آج تمہارا

اِمتحان ہوگا"۔

مُلاّ نے کہا" حضور میں اس کے لئے بالکل تیار ہوں۔ لیکن کیا پہلے میں اپنے مُمتحنوں کا اِمتحان لے سکتا ہوں۔؟"

اکبر نے کہا" بڑی خوشی سے"۔

مُلاّ نے علماء کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔"سب سے پہلے آپ مجُھے ان الفاظ کا مطلب سمجھا دیجئے۔

" نَن تسَر سبَد مَیں "

یہ عجیب و غریب الفاظ سُن کر تمام عالم اور فاضل حیران تھے۔ کہ یہ کون سی بولی ہے۔ بہتیری مغز زنی کی۔ مگر کسی سے اُن کا کوئی معقول جواب نہ بن پڑا۔ آخر اُنھوں نے بادشاہ سے کہا" حضور ہماری سمجھ میں تو نہیں آتا۔ کہ یہ کیا بولی ہے۔ اور اِس کے کیا معنی ہیں"۔

مُلاّ نے بادشاہ سے کہا" توظِلّ الٰہی ایسے لوگ

لوگ میرا امتحان بھلا کیا لے سکیں گے"۔
بادشاہ یہ سُن کر چُپ ہوگیا۔ اور مُلّا کا امتحان لینے کا خیال چھوڑ دیا۔ دربار برخواست ہُوا۔ تو مُلّا کو تنہائی میں بُلا کر کہا "مُلّا! ان الفاظ کا مطلب تم مجھے تو سمجھا دو"۔
مُلّا نے کہا۔ "حضور۔ جب میں عرب سے ایران پہنچا۔ تو ایک دِن ایک بیری کے درخت کے نیچے بیٹھا سفر کی تکان اُتار رہا تھا۔ اُس درخت پر کدّو کی ایک بیل پھیلی ہوئی تھی۔ جس میں بڑے بڑے کدّو لگے ہُوئے تھے۔ درخت کے سائے میں ایک بکری بیٹھی تھی۔ اتنے میں بیل سے کدّو ٹوٹا۔ اور "تن" کی آواز آئی۔ اور کدّو پتّوں میں سے "تسر" کی آواز پیدا کرتا ہُوا "سبھد" سے بکری کی پیٹھ پر گرا۔ تو بکری کے مُنہ سے نِکل گیا "میں"۔ اُسی وقت

مَیں نے یہ فقرہ موزُوں کر لیا۔ کہ "تن تنسر سبھد مَیں"۔

بادشاہ یہ سُن کر بُہت ہنسا۔ اور بولا "مُلّا۔ تُم واقعی بڑے زندہ دِل ہو"۔

یہ کہہ کر بادشاہ نے مُلّا کو بُہت سا انعام دِیا۔

(۴)

بیربر کا یہ تیر نشانے پر نہ لگا۔ تو وُہ بڑا مایوس ہُوا۔ مگر سمجھ گیا کہ "تن تنسر سبھد مَیں" کسی زبان کے الفاظ نہیں۔ بلکہ اُس نے علماء کو ہراساں کرنے کے لئے اسی وقت گھڑ لئے تھے۔ اب وُہ کسی ایسے موقعہ کی تلاش میں رہنے لگا کہ کسی اَور طرح مُلّا کی قابلیت کا پول بادشاہ پر کھول دِیا جائے۔

اِتّفاق سے اُنہی دِنوں ترکستان کا ایک مشہور عالم فخرالدّین دہلی میں آیا۔ اور بیربر کے مکان میں

ٹھہرا۔ فخرالدین اپنے زمانے کا بہت بڑا عالم تھا۔
تمام اسلامی ممالک میں اُس کے علم کی دھاک بیٹھی
ہوئی تھی۔ بیربر نے مُلّا کی جہالت کا تمام کچّا چٹّھا
اُسے کہہ سُنایا ✤

فخرالدین نے کہا" کوئی بات نہیں۔ اگر مُلّا
واقعی جاہل ہے۔ تو مَیں بھرے دربار میں اُس کے
علم و فضل کا بھانڈا پھوڑ دُوں گا۔ لیکن پہلے مجُھے
دربار میں پُہنچانے کی کوئی سبیل کر دو"۔

دُوسرے ہی دِن بیربر نے بادشاہ سے عرض
کیا" حضور! ترکستان کا ایک بُہت بڑا عالم فخرالدین
یہاں دہلی پہنچا ہے۔ اُس کی دِلی آرزُو ہے۔ کہ
دربار میں پہنچ کر مجُرا عرض کرے۔ اگر اجازت ہو
تو کل اُسے حضُور میں پیش کروں"؟

بادشاہ نے کہا" ہاں۔ کوئی ہرج نہیں کل
اُسے دربار میں حاضر کر دو"۔

بیربر نے کہا "اگر اس موقعہ پر فخر الدین اور مُلا میں علمی مباحثے کا کوئی بندوبست ہو جائے تو بُہت مناسب ہوگا"۔

چونکہ بے فکری کا زمانہ تھا۔ اور اکبر ہر وقت کسی ایسے ہی مشغلے کی تاک میں رہتا تھا مان گیا۔ اور مُلاّ کو اسی وقت کہہ دِیا۔ کہ مُلاّ کل تمہارا دنگل ترکستان کے ایک عالم سے ہوگا۔ ذرا تیار ہو کر آنا۔ دیکھنا کہیں ہمیں ندامت نہ اُٹھانی پڑے"۔

مُلاّ نے کہا "بہت اچھا حضُور"۔

دُوسرے دِن مُلاّ نے دس بیس تھان ململ کے لے کر کچُھ سر پر لپیٹے۔ اور کچُھ ملازموں سے اُٹھوا کر دربار میں آموجُود ہُوا۔ اکبر نے دیکھا تو مارے ہنسی کے اُس کے پیٹ میں بل پڑ گئے۔ ترکستانی عالم نے پُوچھا "مُلاّ تم نے یہ حرکت کیا کی ہے"؟

مُلاّ نے کہا "ارے بھائی شملہ ہمیشہ علم کی مقدار

کے مطابق ہوتا ہے" ۔

اس کے بعد بادشاہ نے دونوں کو آمنے سامنے کھڑا کر دیا اور مناظرے کا حکم دیا ۔

(۵)

فخر الدّین نے ایک اُنگلی اُٹھائی۔ مُلّا نے یہ دیکھا تو دو اُنگلیاں اُٹھا دیں ۔ فخر الدّین نے تین اُنگلیاں اُٹھائیں تو مُلّا نے بلا سوچے سمجھے چار اُٹھا دیں۔ اس کے بعد فخر الدّین نے پانچوں اُنگلیاں کھڑی کر دیں۔ مُلّا نے جواب میں گھونسا دِکھا دِیا ۔

اُنگلیوں کی بحث ختم ہوئی تو فخر الدّین نے جیب سے انڈا نکال کر دکھایا۔ مُلّا نے جلدی سے پیاز نکال کر آگے کر دیا ۔

اِس قدر بحث مباحثے کے بعد مولوی فخر الدّین نے ہتھیار ڈال دِئے۔ اور بھرے دربار میں اقرار کِیا۔ کہ مُلّا سے بڑھ کر دُنیا میں اَور کوئی عالم نہیں ۔

یہ سُن کر تمام دربار مُلاّ کی تعریف کے نعروں سے گُونج اُٹھا ۔

اسی رات بیربر نے فخرالدّین سے پُوچھا "کیوں حضرت! وُہ اشاروں اشاروں میں آپ دونوں میں جو بحثا بحثی ہوئی ۔ اُس کا آخر مطلب کیا تھا ۔ مَیں تو سمجھ نہیں سکا "۔

فخرالدّین نے کہا "جب مَیں نے ایک اُنگلی اُٹھائی تھی ۔ تو اُس کا مطلب یہ تھا ۔ کہ اللہ ایک ہے، لیکن اس کے جواب میں مُلاّ نے دو اُنگلیاں اُٹھا کر یہ واضح کیا ۔ کہ نہیں اللہ کے ساتھ اُس کا رسُول بھی ہے ۔ پھر مَیں نے تین اُنگلیاں اُٹھائیں تو اُن سے مراد اصحابِ ثلاثہ تھے ۔ مگر مُلاّ نے چار اُنگلیاں اُٹھا کر گویا یہ بتایا ۔ کہ رسُولؐ کے اصحاب چار تھے ۔ اس کے بعد مَیں نے پانچ اُنگلیاں اُٹھائیں ۔ جن کا مطلب پنجتن تھا ۔ مگر مُلاّ نے اس کے جواب میں گھونسا

دِکھا دِیا۔ یعنی اللہ سب پر قادر ہے۔ میرے انڈا دِکھانے کا مطلب یہ تھا۔ کہ زمین انڈے کی طرح گول ہے۔ مگر مُلّا نے پیاز دِکھا کر یہ ثابت کِیا۔ کہ زمین پر ساتوں آسمان اسی طرح سے چھائے ہوئے ہیں جس طرح پیاز پر اُس کے چھلکے"۔

بیر بر نے فخر الدین کی زبانی اس خاموش مناظرے کی یہ روداد سُنی تو خاموش ہو رہا۔ مگر صُبح اُٹھتے ہی سیدھا مُلّا کے گھر پہنچا۔

مُلّا نے پُوچھا "کیوں خیر تو ہے۔ آج یہاں بھُول کر کیسے آ گئے؟"

بیر بر نے کہا "دوست! مَیں یہ پُوچھنے آیا ہُوں۔ کہ کل تُرکستانی عالم میں اور تم میں جو بحث ہوئی تھی اُس کا مطلب کیا تھا؟"

مُلّا نے کہا "واہ یہ بھی کوئی پُوچھنے کی بات ہے۔ ارے بھائی اُس نے ایک اُنگلی دِکھائی۔ کہ تیری

ایک آنکھ پھوڑ دوں گا۔ مَیں نے دو اُنگلیاں دکھاکر اُسے یہ کہا۔ کہ تمہاری دونوں آنکھیں مجُھ سے نہیں بچ سکتیں۔ اُس نے تین اُنگلیاں دِکھائیں۔ تو اُن کا مطلب یہ تھا۔ کہ تُمہیں تین تیرہ کر دُوں گا۔ میَں نے چاروں اُنگلیاں دکھاکر اُسے کہا۔ کہ تُمہیں چاروں شانے چِت گرادُوں گا۔ پھر اُس نے پانچوں اُنگلیاں اُٹھائیں کہ تُمہیں تھپڑ ماروں گا۔ جواب میں مَیں نے اُسے گھونسا دِکھا دِیا۔ کہ یہ بات ہے۔ تو مَیں گھونسا رسید کروں گا"۔

بیربر نے کہا" لیکن ہاں وُہ انڈے اور پیاز کا کیا معاملہ تھا؟"

مُلاّ نے کہا" انڈہ دِکھانے سے اُس کا مقصد یہ تھا۔ کہ انڈہ کھانے کی چیز ہے۔ میَں نے پیاز دِکھا کر اُسے یہ بتایا۔ کہ جب تک انڈے میں پیاز نہ ڈالا جائے یہ کسی کام کی چیز نہیں"۔

(۶)

دوسرے دِن بیربر نے اکبر کو تمام واقعہ سُنا دیا۔ اور کہا کہ "ایران کے عالم نے اشاروں کی بحث سے جو سمجھا۔ وُہ اُس کے علم و فضل کی دلیل ہے مگر مُلّا نے جو سمجھا۔ اس سے اس کی جہالت کا اظہار ہوتا ہے"۔

یہ سُن کر اکبر نے مُلّا کو طلب کیا۔ اور کہا "کیوں بے تُو نے ایک ترکستانی عالم کے سامنے ہمیں اِس قدر شرمندہ کیا"؟

مُلّا نے ہاتھ جوڑ کر کہا "قبلۂ عالم وُہ کِس طرح"؟

اکبر نے بیربل کو اشارہ کیا۔ اور اُس نے پھر وہی قِصّہ دُہرا دِیا۔

مُلّا نے جی میں کہا۔ کہ یہ تو بُرا ہُوا۔ فوراً سنبھل کر بولا "جہاں پناہ اصل واقعہ نہ ایرانی عالم نے اسے بتایا۔ اور نہ ہی مَیں نے۔ بلکہ معاملہ کچھ اَور ہی ہے

اگر اجازت ہو تو عرض کروں"۔
اکبر نے کہا۔"ہاں بتاؤ"۔
مُلّا نے کہا" حضور جب ایرانی عالم نے ایک اُنگلی اُٹھائی۔ تو اس کا یہ مطلب تھا۔ کہ دربارِ شاہی میں سب سے زیادہ جاہل بیربر ہے۔ کیا وُہ ایک ہی ہے۔ یا اس کا ساتھی کوئی اَور بھی ہے؟ مَیں نے اس کے جواب میں دو اُنگلیاں اُٹھا دیں۔ یعنی کہا کہ دُوسرے تُم ہو۔ جو میرے علم اور فضل کو پرکھنے کے لئے تیار ہو گئے۔ اس پر اُس نے تین اُنگلیاں اُٹھا دیں۔ جس کا مطلب یہ تھا۔ کہ تم بھی تو آخر ہم میں ہی شامل ہو جو اِس قسم کی بحث میں شریک ہونے کے لئے تیار ہو گئے۔ پھر مَیں نے چار اُنگلیاں اُٹھائیں۔ یعنی کہا کہ بیربر کا باپ بھی بے وقُوف ہے۔ جو اِس قسم کے نا اہل شخص کا باپ ہے۔ اس کے بعد ایرانی عالم نے پانچ اُنگلیاں

اُٹھائیں۔ یعنی جاہلوں کی اِس جماعت کا پانچواں رُکن خود بادشاہ ہے۔ جس نے بیربر ایسا مسخرا دربار میں رکھ لیا ہے۔ یہ بات مجھ سے برداشت نہ ہو سکی۔ اور میں نے اُسے گھونسہ دِکھایا۔ کہ اگر حد سے زیادہ بڑھو گے۔ تو گھونسہ رسید کروں گا"۔

اکبر نے کہا "اور وُہ انڈے اور پیاز کا کیا قصہ ہے"؟

مُلّا نے کہا۔ کہ "انڈا دِکھانے سے ایرانی عالم کا مقصد یہ تھا۔ کہ بیربر بادشاہ کا درباری بننے کی بجائے اگر بادشاہ کا باورچی ہوتا تو بہتر تھا۔ میں نے پیاز دِکھا کر اُسے گویا یہ کہا۔ کہ وُہ باورچی بننے کے بھی قابل نہیں۔ بلکہ اُسے کُنجڑا ہونا چاہیئے تھا۔"

مُلّا کا عزمِ ایران

(۱)

شاہِ ایران نے مُصیبت کے وقت نصیرالدّین ہمایوں کی جو مدد کی تھی۔ اُسے مغل بادشاہوں نے کبھی فراموش نہ کیا۔ یہی وجہ تھی کہ جب تک سلطنتِ مُغلیہ قائم رہی۔ دونوں مُلکوں کے تعلّقات نہایت خوشگوار رہے۔ اور ایک دُوسرے کو تُحفے تحائف بھیجنے کا سلسلہ برابر قائم رہا۔ اسی دستور کے مطابق اکبر نے ہندوستان کے تحفوں کے چند صندوق بیربر

کے حوالے کیئے - اور حکم دِیا کہ انہیں شاہِ ایران کے
ہاں پہنچا آؤ ٭

بیربر نے صندوق لے کر اپنے گھر پہنچا دیئے
اور بادشاہ سے کہہ دیا - کہ مَیں کل ایران روانہ ہو
جاؤں گا - لیکن اُسی رات صندوقوں سے تمام قیمتی
چیزیں نکال لیں - اور اُن کی جگہ مٹی کے ڈھیلے
بھر دیئے ٭

اگلے دِن دربار میں حاضر ہو کر بیربر نے
بادشاہ سے کہا "جہاں پناہ! اگر میری بجائے آپ
مُلّا کو ایران روانہ کر دیں - تو زیادہ مناسب ہوگا -
کیونکہ ایک تو وہ اُس ملک کی زبان سے واقف
ہے - دُوسرے ایران کے بادشاہ اور ارکینِ سلطنت
سے اُس کے کچھ مراسم بھی ہیں" ٭

بادشاہ نے اِس تجویز کو پسند کیا - اور مُلّا کو
ایران روانہ ہونے کا حُکم دے دِیا ٭

مُلّا نے سفر کا سامان درست کیا۔ اور پھر بیربر کے ہاں جاکر تحفوں کے وُہ صندوق لئے۔ جن میں بیربر نے قیمتی چیزیں نکال لی تھیں اور مٹی کے ڈھیلے بھر دِئے تھے۔ اِس کے بعد چند نوکروں کے ساتھ وُہ ایران روانہ ہوگیا۔

ڈیڑھ دو ماہ تک سفر کرنے کے بعد مُلّا طہران پہنچ گیا۔

(۲)

جب شاہِ ایران کو معلوم ہُوا۔ کہ شہنشاہِ ہند کا خاص ایلچی ہندوستان کے تحفے لے کر ایران آیا ہے۔ تو اُس نے اُمراء وزراء کو اُس کے استقبال کے لئے طہران کے باہر بھیجا۔ اُنہوں نے مُلّا کا شایانِ شان خیر مقدم کیا۔ اور اُسے نہایت عزّت کے ساتھ دارالحکومت میں لے آئے۔ اور وہاں اُسے ایک عالی شان محل میں اُتارا گیا۔

مُلاّ نے سفر کی تکان اُتارنے کے لئے دو چار دِن تک آرام کِیا۔ پھر دربار میں حاضر ہوکر شاہِ ایران کو اکبر کی طرف سے ابوالفضل کے ہاتھ کا لِکھا ہُوا ایک خط دِیا۔ جس میں ہر دو حکومتوں کے دوستانہ تعلقات کا ذِکر تھا۔ دبیرِ شاہی نے خط کو بُلند آواز سے پڑھا۔ اور حاضرین نے ابوالفضل کے علم و فضل کی تعریف کی۔

اِس کے بعد مُلاّ نے تحفوں کے صندوق بادشاہ کے سامنے پیش کئے۔ اور بادشاہ نے اُنہیں کھولنے کا حکم دِیا۔ سب لوگ بے حد اشتیاق سے منتظر تھے کہ دیکھیں ہندوستان کے حکمران کی طرف سے والیٔ ایران کے لئے کیا کیا تحفے آئے ہیں۔ لیکن جب صندُوق کھولے گئے۔ تو اُن میں سے سوائے مٹّی کے ڈھیلوں کے اَور کچھ برآمد نہ ہُوا۔

اپنی اس توہین پر شاہِ ایران کا چہرہ غُصّے سے

تمتما اُٹھا۔ اُس نے غضب آلود نگاہ سے مُلّا کی طرف دیکھا۔ ادھر مُلّا ہکا بکّا رہ گیا۔ بادشاہ کی نظریں دیکھیں تو پاؤں تلے کی زمین نکل گئی۔ گھبرایا کہ اب جان بچتی نظر نہیں آتی۔ مگر ذہین اور حاضر جواب بلا کا تھا۔ اُسی وقت کھڑا ہو گیا۔ اور بولا " جہاں پناہ۔ اِس مٹّی کو دیکھ کر آپ کی پیشانیٔ مبارک پر بل پڑ گئے۔ مگر میری زبانی آپ اس مٹّی کی حقیقت سُنیں گے۔ تو آپ کا غُصّہ کافُور ہو جائے گا"۔

شاہِ ایران نے کہا " کہو کیا کہتے ہو؟"

مُلّا نے کہا " قبلۂ عالم! تُحفہ وُہ چاہیئے جو نایاب اور نادر ہو۔ شہنشاہِ ہند اکبرِ اعظم کو یہ معلوم ہے۔ کہ آپ کے خزانے ہر قسم کی نادر اور قیمتی چیزوں سے معمور ہیں۔ اگر وُہ کوئی چیز تُحفے کے طور پر آپ کو بھیجتے۔ تو اس کا مطلب گویا یہ ہوتا۔ کہ اِس چیز کو آپ کے لیئے نایاب سمجھتے ہیں۔ اس سے یقیناً آپ

کی توہین ہوتی۔ مٹّی بھیجنے میں یہ مصلحت ہے۔ کہ انسان مٹّی ہی سے پیدا ہوُا۔ اور مر کر مٹّی ہی میں جائے گا۔ یعنی ہندوستان کے بادشاہ نے اپنی محبت کے اظہار کے لئے آپ کو وُہ چیز بھیجی ہے۔ جسے وُہ اپنی ابتدا اور انتہا سمجھتا ہے۔ ایک عاقل اور سمجھدار بادشاہ کے لئے اِس سے بہتر تُحفہ اَور نہیں ہو سکتا تھا"؟

مُلاّ نے یہ تقریر کچُھ اَیسے دِلچسپ پیرائے میں کی۔ کہ تمام حاضرینِ دربار اور بادشاہ پھڑک اُٹھے۔ اور سب نے شہنشاہِ ہند کے اِس قیمتی تحُفے کی بہُت تعریف کی۔

دربار سے واپس آکر مُلاّ تمام دِن یہی سوچتا رہا۔ کہ آخر یہ ہُوا کیا؟ اکبر نے صندوقوں میں جو تُحفے بند کرائے تھے۔ وُہ اُڑ کر کیسے گئے۔ اور اُن کی جگہ ان میں مٹّی کیونکر بھر گئی! آخر سوچتے سوچتے اس نے سمجھ لیا۔ کہ یہ سب شرارت ضرور بیربر کی ہے"

(۳)

بیربر کی اِس حرکت سے مُلّا کو اِتنا افسوس
ہوُا۔ کہ اُس نے ہندوستان جانے کا خیال ہی چھوڑ
دِیا۔ چونکہ بڑا زندہ دِل اور ظریف تھا۔ اِس لئے شاہِ
ایران اُس کی بڑی خاطر خدمت کرتا۔ اور اُس کے
آرام و آسائش کا پُورا پورا خیال رکھتا۔ اُس کے رہنے
کے لئے ایک علیحدہ مکان تھا۔ اور دو وقت کا کھانا
اُسے شاہی باورچی خانے سے بھیجا جاتا تھا۔

مُلّا اب شاہی باورچی خانے سے موہن بھوگ
اُڑا اُڑا کر گینڈا بن گیا۔ چونکہ کھاتا بہت زیادہ تھا۔
اس لئے اُسے اکثر بدہضمی کی شکایت رہتی۔ ایک
دِن اُس نے اتنا زیادہ کھا لیا۔ کہ معدے میں درد
ہونے لگا۔ اور اس کے جوش سے بخار سا ہو گیا۔
چند دِن اسی حالت میں پڑا رہا۔ جب کئی روز
دربار میں نظر نہ آیا۔ تو بادشاہ نے اُسے یاد کیا۔

مُلّا اُٹھا اور گرتا پڑتا اسی حالت میں دربار پہنچا۔ اور چُپکے سے ایک طرف بیٹھ گیا۔

بادشاہ نے کہا "کہو مُلّا خیر تو ہے۔ آج چُپکے کیوں بیٹھے ہو؟"

مُلّا نے عرض کیا "حضور چند دِنوں سے بُخار کی کُچھ شکایت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دربار میں حاضر ہونے سے قاصر رہا"۔

بادشاہ نے اسی وقت شاہی طبیب کو طلب کِیا۔ اور اُسے مُلّا کی بیماری کی تشخیص کرنے کو کہا۔

طبیب نے مُلّا کی نبض پہ ہاتھ رکھا۔ اور کہا۔ "کُچھ بُخار سا معلوم ہوتا ہے۔ مُلّا صاحب! کیا یہ بُخار آپ کو روزانہ ہوتا ہے؟"

مُلّا نے کہا "نہیں صاحب ایک دِن چھوڑ کر ہوتا ہے"۔

طبیب نے کہا "پھر تو باری کا بُخار ہُوا"۔

مُلّا بولا "اجی حضرت باری کا کیسے ہُوا۔ باری کا تو جب ہوتا۔ اگر ایک دِن مجھے ہوتا۔ اور ایک دِن آپ کو"۔

یہ سُنتے ہی تمام حاضرینِ دربار کھِل کھلا کر ہنس پڑے۔

(۴)

اسی زمانے کا ذِکر ہے شاہِ ایران کے ایک درباری نے ایک عظیم الشان مکان تعمیر کرایا۔ جب یہ مکان مکمّل ہو گیا۔ تو اُس نے ایک بُہت بڑی دعوت کا انتظام کیا۔ جس میں تمام اراکینِ سلطنت اور بادشاہ بھی موجُود تھے۔

ہر ایک نے اِس مکان کی تعریف کی۔ شاہِ ایران کا مسخرہ کربلائی خاموش بیٹھا سُن رہا تھا۔ ایک درباری نے بادشاہ کے کان میں کہا "حضور کربلائی خاموش ہے۔ اس کی رائے بھی تو دریافت کیجیے"۔

بادشاہ نے کہا" ارے کربلائی ۔ تُم خاموش کیوں بیٹھے ہو ؟ آؤ نا ذرا ادھر"۔

کربلائی یہ سُن کر بادشاہ کے سامنے آکھڑا ہُوا۔

بادشاہ نے پُوچھا" تمہاری رائے اِس مکان کے متعلق کیا ہے"؟

کربلائی نے کہا" حضور بڑا اچھا مکان ہے۔ مگر ایک کسر رہ گئی ہے"۔

بادشاہ نے پُوچھا" وُہ کیا؟"

کربلائی بولا" جہاں پناہ اس کے دروازے اتنے تنگ ہیں۔ کہ مُردے کی چارپائی ان سے نہیں نِکل سکتی"۔

یہ سُن کر تمام ہنس پڑے۔ مگر مکان والے کو سخت غُصّہ آیا۔ اُس نے مُلّا دو پیازہ سے وہیں اس کی شکایت کی۔

مُلّا نے کہا" یہ کربلائی بڑا پاجی ہے۔ اسے

بالکل تمیز نہیں۔ کہ کیا بات کب کرنی چاہیئے۔ اور پھر جہاں تک آپ کے دروازوں کا تعلق ہے۔ میرے خیال میں یہ اچھے خاصے وسیع ہیں۔ اور ایک مُردے کی چارپائی تو کیا۔ اگر گھر کے تمام آدمی مرجائیں۔ تو سب کی چارپائیاں بیک وقت ان سے نکل سکتی ہیں"۔

یہ سُن کر ایک اَور فرمائشی قہقہہ پڑا۔ اور درباری کچھ نادم سا ہوگیا۔ آخر کچھ تامّل کے بعد بولا۔ کہ "واہ حضرت! آپ تو کربلائی سے بھی بڑھ گئے"۔

مُلاّ نے کہا "جناب یہ تو آپ کی قدردانی ہے ورنہ میں اس قابل کہاں"۔

(۵)

اِس واقعہ کے بعد وُہ درباری مُلاّ کے سخت خلاف ہوگیا۔ اور ہر وقت کسی ایسے موقعہ کی تلاش رہنے لگا۔ کہ بن پڑے تو مُلاّ کا ٹیٹوا ریت دے۔

اُن ہی دِنوں کا ذکر ہے۔ کہ بیربر نے ایک خاص قاصد یہ معلوم کرنے کو ایران بھیجا۔ کہ مُلاّ وہاں کِس حال میں ہے۔ قاصد آکر اُس درباری سے مِلا۔ جیسے مُلاّ سے خداواسطے کا بَیر تھا۔ اس درباری نے قاصد کے ہاتھ کہلوا بھیجا۔ کہ مُلاّ یہاں خوب مزے کر رہا ہے۔ اور شہنشاہِ ہند نے اُس کے ہاتھ جو مٹّی کے ڈھیلے ایران کے بادشاہ کو بھیجے تھے۔ ان کے متعلق یہاں اُس نے ایسی باتیں کیں۔ جن سے ایران کا بادشاہ اُس پر تو مہربان ہو گیا ہے۔ لیکن شہنشاہِ ہند کا دُشمن بن گیا ہے۔

جب یہ خط بیربر کو ملا۔ تو اُس نے اسے بادشاہ کے سامنے پیش کر دِیا۔ اکبر نے خط پڑھا۔ تو حیران رہ گیا۔ کہ تحفوں کی بجائے مٹّی کے ڈھیلے ایران کے بادشاہ کو کیونکر پہنچے۔ اور مُلاّ کو ایسی بات کہنے کی جُرأت کیسے ہوئی۔ جس سے ایران کا بادشاہ

ہمارا دُشمن بن گیا۔ اسی وقت ایک خاص ایلچی کے ہاتھ شاہِ ایران کو کہلا بھیجا۔ کہ مُلّا کو واپس ہمارے پاس بھیج دو۔

شاہِ ایران نے جب اکبر کا یہ پیغام سُنا۔ تو مُلّا کو واپس جانے کا حُکم دے دِیا۔

مُلّا کے دُشمن درباری کو شرارت سُوجھی۔ تو اُس نے کیا کیا۔ کہ بھرے دربار میں مُلّا سے پُوچھا۔ "مُلّا صاحب ہندوستان جانے سے پہلے ایک بات تو بتائیے۔ کہ بادشاہ آپ کا اچھا ہے یا ہمارا"؟

یہ سوال کرنے سے اُس درباری کا مقصد یہ تھا۔ کہ اگر مُلّا نے اپنے بادشاہ کو اچھا کہا۔ تو یقیناً شاہِ ایران بگڑ کر اس کو قتل کرا دے گا۔ اور اگر اُس نے اپنی جان بچانے کے خیال سے شاہِ ایران کو اچھا کہہ دِیا۔ تو واپس ہندوستان پہنچنے پر اکبر اسے مَوت کے گھاٹ اُتار دے گا۔ مگر مُلّا بھی بڑا چلتا

پُرزہ تھا۔ جھٹ بول اُٹھا "شاہِ ہند کی اَور بات ہے۔ شاہِ ایران کی اَور بات۔ وُہ اگر ہلال ہیں۔ تو یہ بدر" ۔

یہ سُن کر شاہِ ایران بڑا خوش ہُوا۔ اور مُلّا کو انعام اکرام دے کر رُخصت کر دیا ۔

(۶)

دُوسرے دِن شاہِ ایران نے اکبر کے لئے کُچھ تُحفے مُلّا کو دِئے۔ اور اُسے ہندوستان کی طرف روانہ کر دِیا ۔

اُسی دِن دُشمن درباری نے ایک خاص قاصد کے ہاتھ بیربر کو کہلا بھیجا۔ کہ مُلّا نے رُخصت ہونے سے پہلے بھرے دربار میں ہندوستان کے شہنشاہ کی توہین کی ہے۔ اس نے خوشامد کے خیال سے شاہِ ایران کو بدر اور شہنشاہ ہند کو ہلال قرار دِیا ہے۔ اس کی اطلاع شہنشاہ ہند کو فوراً مل جانی چاہیئے ۔

یہ قاصد مُلّا سے پہلے دہلی پہنچ گیا۔ اور اُس نے خط بیربر کو پہنچا دیا۔ بیربر نے یہ تمام واقعہ فوراً اکبر کے گوش گزار کر دیا ٭

اکبر نے یہ بات سُنی تو بہت ناگوار گزری۔ کہا۔" اُسے ذرا یہاں آ لینے دو۔ اس نمکحرامی کا مزہ چکھاؤں گا"٭

اب مُلّا کی سُنئے۔ کہ وُہ شاہِ ایران سے تحفے تحائف لے کر چلا۔ تو اُس نے رستے میں صندوقوں سے تمام تحفے نکال لئے۔ اور اُن کی جگہ اُن میں کوڑا کرکٹ بھر دیا ٭

دہلی پہنچ کر مُلّا سیدھا بیربر کے ہاں گیا۔ بڑے تپاک سے اُس سے ملا۔ اور بولا" بھئی بہت عرصہ کے بعد واپس آیا ہُوں۔ اس وقت میرے لئے اُترنے کا کہیں ٹھکانہ نہیں۔ تمہارے پاس ہی ٹھہروں گا"٭

بیربر کے لئے اس کے سوا چارہ نہ تھا۔ کہ
مُلاّ کو مہمان ٹھہرائے۔ مُلاّ نے اپنا اسباب اور تحفوں
کے صندوق بیربر کے ہاں رکھے۔ اور پھر نہا دھو کر
اور کپڑے بدل کر دربار کو چلا گیا۔

دربار میں اکبر نے اسے دیکھتے ہی کہا۔ "نمک حرام
ایران کے بھرے دربار میں تُو نے مجھے ہلال اور
شاہِ ایران کو بدر قرار دیا تھا؟"

مُلاّ نے بے فکری سے کہا۔ "قبلۂ عالم مَیں نے
بہت صحیح بات کی تھی۔ وُہ واقعی بدر اور آپ ہلال
ہیں۔ آپ نے غالبًا سوچا نہیں۔ کہ یُوں کہنے سے
میری مُراد کیا تھی۔ میری مراد یہ تھی۔ کہ ہلال روز
بروز بڑھتا ہے اور بدر گھٹتا ہے۔ یعنی آپ کا جاہ و
جلال ترقی پر ہے۔ اور شاہِ ایران کا تنزّل پر۔ بھلا
شاہِ ایران کو آپ سے کیا نسبت ہوسکتی ہے؟"

یہ سُنتے ہی اکبر کا تمام غصّہ کافور ہوگیا۔ اور

کہنے لگا "ملّا واقعی تم بڑے سمجھدار شخص ہو۔ مگر ہاں یہ تو بتاؤ۔ کہ شاہِ ایران کو میں نے جو تحفے بھیجے تھے۔ ان کی بجائے صندوق میں سے مٹّی کیسے نکلی"؟

مُلّا نے تحفوں کے صندوق بیربر کے ہاں رکھنے ایران پہنچنے۔ وہاں مٹّی نکلنے اور ان تحفوں کے متعلق خود مناسب جواب دینے کی ساری داستان کہہ سنائی اور پھر بیربر کے ہاں سے تحفوں کے صندوق لائے جانے کو کہا۔

صندوق آئے۔ اور بادشاہ نے اُنہیں کھولا۔ تو اُن میں سے گھاس پھُونس برآمد ہُوا۔ حیران ہوکر کہنے لگا "مُلّا یہ کیا"؟

مُلّا نے کہا "حضور اب پتہ لگا۔ کہ یہ سب شرارت بیربر کی ہے۔ آپ کو معلوم ہے۔ کہ میرے ایران جانے سے پہلے تحفوں کے صندوق بیربر کو

دِئے گئے تھے۔ اُس وقت بھی اسی نے تمام تحفے
نکال کر اُن کی جگہ مٹّی بھری ہو گی۔ اگر بیربل کی
طرح میرے دماغ میں بھی بُھس بھرا ہوتا۔ تو مَیں
آج دربارِ شاہی میں حاضر نہ ہوتا۔ بلکہ شاہِ ایران
کے حکم سے کبھی کا مَوت کے گھاٹ اُتر چُکا ہوتا۔
لیکن وہاں میرے اوسان خطا نہ ہوئے۔ اور مَیں
نے ایک ایسی برجستہ تقریر کی۔ کہ نہ صرف اپنی جان
بچا لی۔ بلکہ آپ کے وقار کو بھی نُقصان نہ پہنچنے دیا۔
اب بیربر کی ایمانداری ملاحظہ ہو۔ کہ رات کو شاہِ
ایران کے تحفے اُس کے گھر پر رکھوائے۔ مگر اُس
نے پھر انہیں نکال کر اُن کی جگہ صندوقوں میں گھاس
پُھونس بھر دیا۔ اب آپ ہی فرمائیے۔ کہ میرا اس
میں کیا قصور ہے"

اب بیربر کے کاٹو تو لہُو نہیں بدن میں۔ دِل
میں کہہ رہا تھا۔ شرارت تو ایک ہی بار کی تھی الزام

دو دو شرارتیں کرنے کا لگ گیا۔ کچھ سمجھ میں نہ آتا
تھا۔ کہ کیا جواب دے ۔ اکبر نے بگڑ کر اُسے اپنے
دربار سے نکال دِیا۔ اور مُلا دو پیازہ اُسے اَور بھی
زیادہ محبوب ہو گیا ۔

چند دِلچسپ لطیفے

(۱)

ایک دِن مُلّا بازار سے گزر رہا تھا۔ رستے میں ایک حلوائی کی دُکان پڑتی تھی۔ دُکان کے سامنے پہنچا۔ تو اُس نے دیکھا۔ کہ قِسم قِسم کی لذیذ مٹھائیاں دُکان میں قرینے سے رکھی ہیں۔ دیکھتے ہی اُس کی رال ٹپک پڑی۔ مگر تھا کنجوس۔ یہ ہمت نہ پڑی۔ کہ پیسہ خرچ کرکے کچھ خریدے ۔

آخر اُس نے سوچا۔ کہ چلو یہاں دُکان کے

سامنے کھڑے ہوکر مٹھائی کی خُوشبو ہی سُونگھتے رہو۔ اگر اس طرح کام بن جائے تو فضول خرچی کرنے کی کیا ضرورت۔ چنانچہ وہیں جم کر کھڑا ہو گیا۔ کچھ تسکین ہوئی۔ تو واپس گھر آ گیا۔

"دُوسرے دِن پھر اُسی دُکان کے سامنے جا پہنچا۔ اور مٹھائی کی خوشبو سُونگھنے لگا۔ مُختصر یہ کہ ہر روز صُبح سویرے حلوائی کی دُکان پر چلا جاتا۔ مٹھائی کی خوشبو سُونگھنا اُس نے اپنا معمول بنا لیا۔

دُکان دار بھی بھانپ گیا۔ کہ مُلّا ہر روز مٹھائی کی خُوشبو ہی سُونگھ کر واپس چلا جاتا ہے۔ اور جیب سے کچھ نکالتا نہیں۔ ایک دِن مُلّا مٹھائی کی خُوشبو سُونگھ کر واپس گھر جانے لگا۔ تو حلوائی نے دُکان سے اُٹھ کر اُس کا گریبان پکڑ لیا۔ اور کہا۔ "اتنا عرصہ مٹھائی کی خُوشبو سُونگھتے رہے ہو۔ آج اگلا پچھلا تمام حساب چُکا کر جاؤ"۔

مُلّا نے کہا۔" ارے بھئی ہوش کی دوا کرو۔ آخر یہ کہاں کا انصاف ہے۔ کہ ہوا پھانکنے کے بھی دام رکھوا لئے جائیں"؟

جب دونوں میں جھگڑا بڑھ گیا۔ تو بہت سے لوگ وہاں اکٹھے ہو گئے۔ اُنہوں نے حلوائی کی زبانی جب سارا قِصّہ سُنا۔ تو مُلّا سے کوئی پُر لُطف بات سُننے کی اُمّید میں کہنے لگے۔ کہ واقعی روز روز دُکان پر کھڑے ہو کر مٹھائی کی خوشبو سُونگھتے رہنا بڑی نامناسب بات ہے۔ مُلّا کو خوشبو کی قیمت ادا کرنی چاہیئے۔

سب نے مجبور کیا تو مُلّا نے جیب سے ایک روپیہ نکالا۔ اور اپنے انگوٹھے اور ساتھ کی اُنگلی پر رکھ کر اسے بجانا شروع کر دیا۔

حلوائی بولا۔" اب یہ روپیہ بجاتے ہی رہو گے یا خوشبو سُونگھنے کی قیمت میں مجھے دو گے"؟

مُلّا نے کہا۔" خوشبو سُونگھنے کی قیمت ہی تو ادا

رہا ہُوں - مَیں نے تُمہاری مٹھائی کی خوشبو سُونگھی -
اُس کے معاوضے میں تُم اِس روپے کی آواز سُنو"
یہ سُن کر تمام لوگ ہنس پڑے - اور مُلّا نے
گھر کی راہ لی - مگر اُس دِن سے اُس نے حلوائی
کی دُکان پر کھڑا ہونا چھوڑ دِیا ۔

(۲)

بیربر کا یہ دستور تھا - کہ دربار جانے سے پہلے
ہر روز آئینے کے سامنے پگڑی باندھتا تھا - مُلّا بھی
اچھّی خاصی پگڑی باندھ سکتا تھا - مگر ایک دِن اُسے
کچھ شرارت جو سُوجھی - تو نہایت بھُس پھُسی سی پگڑی
باندھ کر دربار میں چلا آیا ۔
بادشاہ نے دیکھا تو کہا "مُلّا! یہ تُمہاری پگڑی
کو آج کیا ہُوا ہے؟"
بیربر نے کہا "جہاں پناہ ہوتا کیا - بیوی
سے جُوتے کھائے ہوں گے - اس سے پگڑی کی

شکل بدل گئی ہے"۔
بادشاہ نے مسکرا کر کہا "کیوں ملّا۔ بیربر درست
کہتا ہے"؟
ملّا نے جواب دیا "حضور یہ بات نہیں۔ اصل
قصّہ یہ ہے۔ کہ میں اپنی پگڑی خود باندھتا ہوں۔
چنانچہ بُری بھلی جیسی باندھنی جانتا ہوں باندھ لیتا
ہوں۔ مگر بیربر اپنی پگڑی بیوی سے بندھوا کر لاتا
ہے۔ اِس لئے زیادہ اچھّی ہوتی ہے"۔
بیربر نے زیادہ بگڑ کر کہا "ملّا بکتا ہے۔ میں اپنی
پگڑی آپ باندھتا ہوں"۔
ملّا نے عرض کیا "تو جہاں پناہ ہم دونوں کو
نئے سرے سے پگڑیاں باندھنے کا حکم دیجیے۔ حقیقت
خود بخود آپ کو معلوم ہو جائے گی"۔
بادشاہ نے اسی وقت دونوں کو پگڑیاں اُتار کر
پھر باندھنے کا حکم دیا۔ ملّا نے اسی وقت پہلی سی

پگڑی باندھ کر دکھا دی۔ مگر بیربر آئینہ کے بغیر پہلی سی پگڑی نہ باندھ سکا ؛

مُلّا نے کہا۔ "کیوں حضور میں نہ کہتا تھا۔ کہ بیربر بیوی سے پگڑی بندھوا کر لاتا ہے"؛

یہ سُنتے ہی تمام دربار قہقہوں سے گُونج اُٹھا۔ اور بیربر کھسیانا سا ہو کر خاموش ہو رہا ؛

(۳)

ایک دفعہ بیربر کسی سرکاری کام کے لئے باہر گیا۔ رستے میں گاڑی بان سے کچھ جھگڑا ہو گیا۔ کام سے فارغ ہو کر جب واپس دربار میں پہنچا۔ تو اُس نے سفر کے تمام حالات بادشاہ کو سُنائے۔ باتوں باتوں میں گاڑی بان کا ذکر بھی آگیا۔ تمام واقعہ بیان کرنے کے بعد اُس نے کہا "جہاں پناہ اصل میں وُہ لوگ جن کے نام کے ساتھ 'بان' کا لفظ آتا ہے۔ ہوتے ہی پاجی ہیں۔ مثلاً فِیل بان۔

ساربان وغیرہ ؎

مُلّا نے اُسی وقت کہا "سچ کہتے ہو مہربان" ؎

یہ سُن کر بادشاہ بے اختیار ہنس پڑا ؎

(۴)

ایک دفعہ دہلی میں ایران کا ایک سوداگر آیا۔ وُہ گھوڑوں کا کاروبار کرتا تھا۔ اور اُس کے پاس قسم قسم کے گھوڑے تھے۔ بادشاہ نے اپنی پسند کے چند گھوڑے خریدے۔ اور ایک خاص قسم کے گھوڑوں کے لئے دو چار لاکھ روپے اُسے پیشگی دِلا دِئے۔ سوداگر روپے وصُول کرنے کے بعد یہ وعدہ کر کے رُخصت ہُوا۔ کہ آئندہ سال گھوڑے لے کر حاضر ہو جاؤں گا۔ دربار کا ہر آدمی یہ جانتا تھا۔ کہ بادشاہ نے بغیر رسید لئے جو اتنی رقم ایک اجنبی کے حوالے کی ہے۔ وُہ اچھا نہیں کیا۔ مگر کسی میں بادشاہ کو ٹوکنے کی جُراُت نہ تھی ؎

مُلّا کو بھی بادشاہ کی اس غلطی کا علم تھا۔ مگر اسے بھی اس کے اظہار کے لئے کوئی مناسب موقعہ نہ مل سکا۔

چند دِنوں کے بعد بادشاہ نے مُلّا کو تمسخر کے طور پر کہا "مُلّا! کیا تمہارے سوا اِس مُلک میں اَور بے وقوف بھی ہیں"؟

مُلّا نے بیربر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "کیوں نہیں جہاں پناہ"۔

بادشاہ نے مُسکراتے ہوئے کہا "اچھا اُن کی فہرست تیار کرو"۔

بادشاہ کو چند دِن کے بعد خیال آیا۔ تو کہنے لگا "مُلّا! بے وقُوفوں کی فہرست تُم نے تیار کر لی"؟

مُلّا نے کہا "ہاں حضور۔ آپ کے ارشاد کی تعمیل کر چُکا ہُوں"۔

بادشاہ نے کہا "اچھا دِکھاؤ تو"۔

یہ سُن کر مُلاّ نے اپنی جیب سے ایک کاغذ نکالا۔ اور بادشاہ کو دے دِیا ؛

بادشاہ نے اُسے پڑھا تو فہرست میں تمام درباریوں کے نام درج تھے۔ مگر سب سے اوپر خود بادشاہ کا نام لکھا ہُوا تھا ؛

بادشاہ نے کہا "یہ کیا۔ کیا تُم مُجھے بھی بے وقوف سمجھتے ہو"؟

مُلاّ نے کہا "حضور ایک اجنبی کو بغیر کسی ضمانت کے دو چار لاکھ روپے کی رقم دے دینا بے وقُوفی نہیں تو اَور کیا ہے"؛

بادشاہ نے کہا "اور اگر وُہ شخص گھوڑے لے کر آگیا تو"؟

مُلاّ نے ہاتھ جوڑ کر کہا "تو اُس کا نام پہلے نمبر پر اور آپ کا دُوسرے نمبر پر کردُوں گا"؛

بادشاہ نے کہا "اچھا مَیں تو بے وقوف ہُوا۔

مگر تمام درباریوں کو تم نے اِس فہرست میں کیوں شامل کیا"؟

مُلاّ نے کہا۔" اِس لئے کہ آپ کو ایسا کرنے سے کسی نے نہیں روکا۔ حالانکہ امراء و وزراء کا پہلا فرض ہی یہ ہے۔ کہ بادشاہ کو اُس کے بُرے اور بھلے سے آگاہ کریں"۔

بادشاہ نے کہا" مُلاّ تم ٹھیک کہتے ہو۔ لیکن کیا تمہیں علم ہے۔ کہ مَیں نے عقلمندوں کی ایک فہرست تیار کی ہے"۔

یہ کہتے ہی بادشاہ نے ایک کاغذ مُلاّ کو دِیا۔ اُس نے پڑھا۔ تو سب سے اوپر مُلاّ کا نام لِکھا ہُوا تھا۔

(۵)

مُلاّ اپنے مسخرے پن کی وجہ سے بادشاہ کے اتنا مُنہ لگا ہُوا تھا۔ کہ اَور تو اَور شاہی ملازموں کو

بھی یہ بات کچھ ناگوار گزرتی تھی۔ اور وُہ ہمیشہ کسی
ایسے موقعہ کی ٹوہ میں رہتے تھے۔ کہ اُس کے خلاف
بادشاہ کے کان بھرسکیں ؛

ایک دِن محل کے ایک خواجہ سرا نے بادشاہ
کو معمول سے زیادہ مہربان دیکھا۔ تو کہنے لگا "حضور
آپ نے "ملا" ایسے ذلیل آدمی کو کیوں اتنا سر پر
چڑھا رکھا ہے۔ آپ کی ضرورت سے زیادہ مہربانی کا
نتیجہ یہ ہے۔ کہ وُہ اب کسی کو خاطر میں نہیں لاتا۔
اور آپ کے امیر وزیر اُس کے ہاتھوں نالاں ہیں۔
اگر آپ کی بڑھی ہوئی نوازش کا چندے یہی عالم
رہا۔ تو مجھے ڈر ہے۔ کہ اس کی بے باکی شاہی وقار
کو نقصان پہنچانے کا مُوجب ہوگی" ؛

بادشاہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "ہاں تُم درست
کہتے ہو۔ مگر اس سے بے پروائی برتنے کی کوئی
معقول وجہ بھی تو ہو۔ وُہ کم بخت کچھ اتنا عقل مند

اور حاضر جواب واقع ہُوا ہے۔ کہ مُجھے کوئی ایسا موقعہ ہی نہیں دیتا۔ کہ مَیں اس سے بے رُخی اختیار کروں"

خواجہ سرا نے کہا "حضور یہ نہایت معمولی سی بات ہے۔ آپ ان سے کوئی ایسے پیچیدہ سوالات دریافت کریں جن کا وُہ جواب نہ دے سکے"

بادشاہ نے کہا "ہاں یہ بات تو معقُول معلوم ہوتی ہے۔ مگر وہ پیچیدہ سوالات کیا ہونے چاہئیں یہ تُم بتا دو"

خواجہ سرا نے کہا "حضور اس سے ایک تو یہ پُوچھیے۔ کہ زمین کا مرکز کہاں ہے۔ دُوسرا یہ کہ ستاروں کی تعداد کتنی ہے"

یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں۔ کہ مُلّا بھی کھانستا ہُوا وہاں آ پہنچا۔ اور کھانستا ہُوا بولا "حضور آج کُچھ پریشان سے معلوم ہوتے ہیں؟"

اکبر نے کہا "مُلّا! آج مَیں دُو سوالوں پر غور

کر رہا ہوں۔ مگر ایک کا بھی جواب مجھے نہیں سوجھتا"
مُلّا نے کہا" حضور اگر مناسب خیال فرمائیں۔
تو وہ سوالات مجھے بھی بتائیں۔ ممکن ہے۔ میں اِس
معاملے میں آپ کی کچھ مدد کر سکوں"۔
اکبر نے کہا" لیکن اگر تم سے ان کا کوئی جواب
نہ بن پڑا۔ تو آئندہ دربار شاہی میں نہ آسکو گے"۔
مُلّا نے کہا" حضور مجھے یہ شرط منظور ہے۔
ارشاد فرمائیے"۔
بادشاہ نے کہا" پہلا سوال یہ ہے۔ کہ زمین
کا مرکز کہاں ہے"؟
مُلّا نے اُسی وقت ایک کیل جیب سے نکالا
اور وہیں ایک جگہ زمین میں ٹھونک کر کہنے لگا۔
"حضور یہ زمین کا مرکز ہے۔ اگر کسی کو اعتبار نہ
آئے۔ تو ناپ کر دیکھ لے"۔
اکبر یہ سُن کر حیران سا رہ گیا۔ اور سوچنے لگا

کہ اب مُلاّ کو جُھٹلاؤں تو کیسے؟ اور پھر یہ ناپنے کا معاملہ تو کچھ اتنا ٹیڑھا ہے۔ کہ کوئی شخص بھی اس کی جانچ نہیں کر سکتا۔ آخر کچھ تامّل کے بعد بولا "اچھا مُلاّ! یہ بتاؤ کہ ستاروں کی تعداد کتنی ہے؟"

مُلاّ نے فوراً جواب دیا۔ "حضور جتنے آپ کے سر پر بال ہیں۔ اگر ان میں ایک بھی کم ہو۔ تو جو سزا چور کی سو میری"۔

یہ سُن کر اکبر بے اختیار ہنس پڑا۔ اور خواجہ سرا نادم سا ہو کر وہاں سے کھسک گیا۔

(۶)

ایک دِن مُلاّ دربار میں آیا۔ تو اکبر نے آہستہ سے بیربر کے کان میں کہا "مُلاّ سے کچھ مذاق کرو"۔

مُلاّ بادشاہ کے حضور میں آکر باتیں کرنے میں مصروف ہو گیا۔ بیربر نے اِس موقعہ سے فائدہ اُٹھایا

اور چُپکے چُپکے کھڑیا مٹّی سے اُس کے کوٹ پر گدھے کی شکل بنا دی۔

اہلِ دربار دیکھ کر ہنسنے لگے۔ مُلاّ حیران تھا۔ کہ یہ لوگ کیوں ہنس رہے ہیں۔ اُس نے بہتیرا سوچا۔ مگر اُس کی سمجھ میں کوئی بات نہ آئی۔ آخر بادشاہ نے ہنستے ہوئے کہا۔ "مُلاّ یہ تمہارے کوٹ پر کچھ نقش و نگار سے بنے ہوئے معلوم ہوتے ہیں"۔

مُلاّ نے اسی وقت کوٹ اُتارا۔ دیکھا تو اس پر گدھے کا مُنہ بنا ہُوا تھا۔ اسی وقت بولا "حضور یہیں بیٹھے بیٹھے کوئی میرے کوٹ سے مُنہ پُونچھ گیا ہے"۔

یہ سُن کر سب اہلِ دربار ہنس پڑے۔ اور بیربر شرمندہ ہو کر ایک طرف جا بیٹھا۔

فیضی نے کہا۔ مُلاّ یہ صحیح ہے۔ کہ تمہارے کوٹ

سے کسی نے مُنہ پونچھا ہے۔ مگر یہ تو معلوم ہو کہ آخر وُہ کون ہے؟"

مُلّا نے کچھ عرصہ تک کوٹ کی طرف دیکھنے کے بعد کہا۔ "جناب! اس کی شکل وصُورت تو بیربر سے مِلتی جُلتی ہے۔ آگے خُدا جانے"!

یہ سُن کر ایک اَور قہقہہ لگا۔ اور بیربر پر تو گویا ہزاروں گھڑے پانی کے پڑ گئے۔ بچارا مُنہ چُھپا کر دربار سے بھاگا۔ اور تین چار دِن تک واپس نہ آیا۔

اکبر مُلّا کی حاضر جوابی پر بڑا خوش ہُوا۔ اور اسے ایک گھوڑا انعام میں دِیا۔

اتّفاق سے وُہ گھوڑا اُسی رات مُلّا کے گھر جاکر مرگیا۔ اکبر کو معلوم ہُوا۔ تو اُس نے دُوسرے دِن بھرے دربار میں مُلّا سے کہا۔ "مُلّا! تُم نے اِتنا تیز رفتار گھوڑا کیسے ضائع کر دِیا؟"

مُلاّ نے ہاتھ جوڑ کر کہا "حضور تیز رفتار ہی تو تھا۔ ورنہ ایک ہی جست میں اِس جہان سے دوسرے جہان میں کیسے پُہنچ جاتا"۔

یہ سُن کر سب بے اختیار ہنس پڑے۔

(۷)

مُلاّ دو پیازہ کے پاس ایک دِن ایک گویّا آیا۔ اور کہنے لگا "مُلاّ صاحب! مَیں گانا بجانا خُوب جانتا ہُوں۔ مگر کسی درباری سے جان پہچان نہیں کہ اُس کی سفارش پر دربارِ شاہی میں پہنچ کر اپنے کمال کا انعام پاؤں۔ اگر آپ مجھے دربار میں پہچانے کا کوئی بندوبست کر دیں۔ تو جو انعام وہاں سے ملے گا۔ آدھا آپ کو دُوں گا"۔

مُلاّ تھا لالچی۔ یہ سُنتے ہی مان گیا۔ اور ایک دِن مَوقعہ پاکر بادشاہ سے اُس کا ذکر کر دیا۔ بادشاہ نے کہا "اچھا اُس گویّے کو کل دربار میں حاضر کرو"۔

دُوسرے دِن مُلّا اُس گویّے اور اُس کے ایک شاگرد کو لے کر دربار میں آحاضر ہُوا۔ بادشاہ کی فرمائش پر گویّے نے ایک راگ سُنایا۔ جسے بادشاہ اور درباریوں نے بہت پسند کیا۔ آخر اُسے درباری گویّا رکھ لیا گیا۔ اور وُہ ہر روز دربار میں آکر بادشاہ کو اپنی راگ وِدّیا سے خوش کرنے لگا۔

اُس گویّے کا شاگرد بھی چونکہ اپنے فن میں ماہر تھا۔ اور بعض باتوں میں اپنے اُستاد سے بہتر تھا۔ اِس لئے بادشاہ اُس پر زیادہ مہربانی کرنے لگا۔ گویّے کو یہ بات کُچھ بُری معلوم ہوئی۔ اُسے خدشہ پیدا ہوگیا۔ کہ کہیں شاگرد اپنے کمال کے طفیل مجُھے بادشاہ کی نظروں سے گرا نہ دے۔ چنانچہ ایک دِن اُس نے اس رُکاوٹ کو دُور کرنے کے لیئے ایک ایسا زہریلا راگ گایا۔ کہ اُس کا شاگرد سُنتے ہی ٹھنڈا ہوگیا۔

جب بادشاہ کو اس واقعہ کا علم ہُوا۔ تو اُسے سخت غُصّہ آیا۔ اور جلّاد کو حکم دیا کہ اِس پاجی کا سر اُڑا دو۔ اس نے میرا آدھا عیش ضائع کر دیا"۔

یہ سُنتے ہی مُلاّ ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہو گیا۔ اور کہنے لگا "حضور اس نے تو آپ کا آدھا عیش ہی ختم کیا ہے۔ اگر آپ نے اسے بھی قتل کروا دِیا تو آپ اپنا سارا عیش ضائع کر بیٹھیں گے"۔

بادشاہ کو مُلاّ کا یہ لطیفہ پسند آیا۔ اور اُس نے گوّیے کا قصور مُعاف کر دیا۔

(۸)

ایک دِن دربار شاہی میں کسی مذہبی مسئلے پر بات چیت ہو رہی تھی۔ مُلاّ چونکہ دینیات سے واقف تھا۔ اِس لئے وُہ کسی کی چلنے نہ دیتا تھا۔ فیضی کو اَور کوئی بات نہ سُوجھی۔ تو اُس نے فرشتوں کا قصّہ چھیڑ دِیا۔ مُلاّ نے فرشتوں کا وجُود ثابت

کرنے کے لئے کئی دلیلیں دیں۔ مگر فیضی کسی طرح
سے قائل نہ ہُوا۔ آخر مُلّا نے بادشاہ سے عرض کیا
"حضور اگر اجازت ہو تو میں اِسی جگہ آپ کو فرشتے
دِکھا دُوں"۔

بادشاہ نے کہا۔ "ہاں اگر تُم فرشتے دِکھا دو۔
تو اس بحثا بحثی کا فائدہ ہی کیا"؟

یہ سُن کر مُلّا نے دربار میں بیٹھے ہوئے چند
عالموں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "دیکھئے
حضُور سے دِیوں کے مقابلے میں فرشتے یہ بیٹھے
ہوئے ہیں"۔

فیضی نے مُسکراتے ہوئے کہا۔ "مجُھے تو یہ
شیطان نظر آتے ہیں"۔

مُلّا نے اُسی وقت کہا۔ "ہاں حضرت آپ
درست کہتے ہیں۔ شیطانوں کو بھلے آدمی بھی شیطان
ہی دِکھائی دِیا کرتے ہیں"۔

فیضی بھی کب ماننے والا تھا۔ اُسی وقت بول اُٹھا۔" تو کیا میں آپ کو شیطان نظر آتا ہُوں"؟

یہ سُنتے ہی مُلّا پر اوس سی پڑ گئی۔ اور لگا بغلیں جھانکنے۔ اگر یہ کہے۔ کہ ہاں تم شیطان ہو تو اپنے مقولے کے مطابق خود بھی شیطان بنے۔ اور اگر یہ کہے۔ کہ تُم بھلے آدمی ہو۔ تو بے دِین کیسے کہے۔ بہر حال وُہ کچھ کھسیانا سا ہو کر چُپ ہو رہا۔ مُلّا کی عمر میں یہ پہلا موقعہ تھا۔ کہ اُسے کسی معرکے میں اس طرح سے مات کھانا پڑی۔

(۹)

ایک دن اکبر کے دربار میں بڑے بڑے ریاضی دان جمع تھے۔ اکبر نے اُن کا امتحان لینے کے لئے زمین پر ایک خط کھینچ دِیا۔ اور کہنے لگا کہ اس خط کو ہاتھ سے مٹائے بغیر چھوٹا کر دو۔ تو تُمہیں مان لوں۔ ورنہ تُمہاری ریاضی دانی فضول

ہے۔

تمام ریاضی دان اِس پیچیدہ سوال کو حل کرنے سے عاجز آ گئے۔

آخر مُلّا دو پیازہ نے اُٹھ کر زمین پر ایک اَور خط کھینچ دیا۔ جو پہلے خط سے بڑا تھا۔ اور کہنے لگا "دیکھئے حضرت آپ کا کھینچا ہُوا خط چھوٹا ہو گیا"۔

یہ دیکھ کر اکبر بڑا خوش ہُوا۔ اور مُلّا کو مُنہ بولا انعام دِیا۔

(۱۰)

ایک دِن مُلّا اور بیربر دربارِ شاہی میں بیٹھے گپیں ہانک رہے تھے۔ بیربر نے باتوں باتوں میں کہا۔ کہ تبّت میں اتنی سخت سردی پڑتی ہے کہ ہر چیز جم کر رہ جاتی ہے۔ یہاں تک کہ جو لفظ مُنہ سے نکلتے ہیں۔ وُہ بھی جم کر زمین پر گر پڑتے ہیں۔ اور اُن کی آواز سُننے کے لئے اُنہیں کر چھے

میں گرم کرنا پڑتا ہے۔

یہ سُن کر مُلّا کہنے لگا۔ کہ "بھئی میں تو ایک ایسے مُلک کا رہنے والا ہُوں۔ جہاں دُنیا میں سب سے زیادہ گرمی پڑتی ہے۔ اور اُس کا اندازہ اِس بات سے ہو سکتا ہے۔ کہ وہاں لوگ اپنی مُرغیوں کو برف کھلاتے ہیں"۔

بیربر نے پُوچھا۔ "وُہ کیوں"؟

مُلّا نے کہا۔ "اس لئے کہ کہیں اُبلے ہوئے انڈے دینا نہ شروع کر دیں"۔

بیربر نے کہا۔ "یہ تو بتاؤ۔ کہ عرب ایسے گرم مُلک میں برف آتی کہاں سے ہے"؟

مُلّا نے کہا۔ "واہ یہ بھی کوئی بڑی بات ہے۔ ارے بھائی تبّت سے تُمہارے دو چار بھائی بندوں کو بُلا لیا جاتا ہے۔ اور اُن سے روزانہ ایک ایک دو دو گھنٹے تقریر کرائی جاتی ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے۔

کہ برف کے انبار لگ جاتے ہیں ؀

یہ سُن کر بیربل نادم سا ہو کر رہ گیا ؀

(۱۱)

ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ اکبر شاہی لشکر کے ساتھ دُور کسی مہم پر روانہ ہُوا۔ اُس کے دِل بہلاوے کے لئے مُلّا بھی ساتھ تھا۔ رستے میں اُسے کچُھ سردی سی لگ گئی۔ اور وُہ بیمار ہو گیا۔ پہلے تو بادشاہ نے کچُھ خیال نہ کیا۔ بلکہ یہی سمجھتا رہا۔ کہ مذاق کر رہا ہے۔ مگر جب اُس کی حالت بُہت زیادہ خراب ہو گئی۔ تو شاہی طبیبوں سے اُس کا علاج شروع کرایا۔ مگر اب کیا ہو سکتا تھا۔ مرض حد سے زیادہ بڑھ چُکا تھا۔ بادشاہ نے مُلّا کی حالت نازک دیکھی۔ تو ایک گاؤں ہنڈیا نامی میں ٹھہر گیا۔ اور اُس کی صحت کے بحال ہونے تک سفر مُلتوی کر دِیا ؀

ایک دِن بادشاہ خود اُسے دیکھنے کو گیا۔ تو مُلّا

نے مُسکراتے ہوئے کہا۔ "جہاں پناہ اب مَیں ہنڈیا کا ہی ہو رہا ہُوں۔ دو پیازہ کے لئے اس سے زیادہ موزوں اَور کوئی جگہ نہیں"۔

بادشاہ یہ سُن کر مُسکرایا تو سہی۔ مگر اُس کی یہ مُسکراہٹ صرف دِکھلاوے کی مُسکراہٹ تھی۔ ورنہ یہ معلوم کرکے اُسے حد درجہ رنج ہُوا۔ کہ مُلّا کا آخری وقت قریب ہے۔

دُوسرے دِن صُبح کے وقت مُلّا ایک مکان میں دِیوار سے پیٹھ لگائے بیٹھا تھا۔ کہ اُسی حالت میں مرگیا۔ لوگوں نے بادشاہ کو خبر کی۔ کہ مُلّا انتقال کرگیا ہے۔ بادشاہ اسی وقت دوڑا آیا۔ دیکھا تو وُہ دِیوار سے پیٹھ لگائے بیٹھا تھا۔ اُس کے چہرے سے کپڑا اُٹھایا۔ تو اُس کی آنکھیں پتھرائی ہوئی معلوم ہوئیں۔ بادشاہ کو اُس کی موت کا بڑا رنج ہُوا۔ اور اُس کی آنکھوں سے آنسُو بہنے لگے۔ بادشاہ

نے حکم دِیا۔ اسے دِیوار سے ہٹا کر سیدھا لٹا دو"۔
مُلاّ دِیوار کے ساتھ بیٹھا بیٹھا اکڑ گیا تھا۔ شاہی ملازموں
نے اُسے دِیوار سے ہٹا کر اُس کا سر نیچے کیا تو نچلا
دھڑ اُونچا ہو گیا۔ اور نچلا دھڑ نیچے کیا۔ تو اس
کا اُوپر کا دھڑ اُونچا ہو گیا۔ الغرض کافی عرصہ تک یہی
تماشا ہوتا رہا۔ کبھی ٹانگیں اُوپر ہو جاتیں تو کبھی سر۔
آخر بادشاہ بے اختیار ہنس پڑا۔ اور کہنے لگا "مر کر
بھی کم بخت سے مذاق نہیں چھوٹا"۔
بیربر نے آگے بڑھ کر مُلاّ کی پیٹھ پر ایسی لات
رسید کی۔ کہ وُہ کھٹ سے چاروں شانے چت ہو گیا۔
دُوسرے دِن مُلاّ کو اُس کی وصیّت کے مُطابق
موضع ہنڈیا کے قبرستان میں دفن کر دِیا گیا۔

سیّد حمید علی پبلشر نے امرت الیکٹرک پریس
ریلوے روڈ لاہور میں باہتمام پنڈت دھرمچند بھارگو
چھپواکر دارالاشاعت پنجاب ریلوے روڈ لاہور سے
شائع کیا۔